گلگت بلتستان کا اولین دینی، اصلاحی و تحقیقی مجلہ

نُصرۃ الإسلام

سہ ماہی گلگت

شمارہ:۲، جلد:۱، اپریل تا جون 2012ء

گلگت بلتستان اذیّت کے کٹہرے میں......

گلگت بلتستان کا اولین دینی، اصلاحی و تحقیقی مجلّہ

نُصرۃ الاِسلام

سہ ماہی گلگت

شمارہ:۲	اپریل تا جون2012	جلد:۱

بیاد:

بطل حریت حضرت مولانا قاضی عبدالرزاق رحمہ اللہ
(فاضل دارالعلوم دیوبند)

سرپرست اعلیٰ:

حضرت مولانا
ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب حفظہ اللہ

چیف ایڈیٹر

مولانا قاضی نثار احمد

ایڈیٹر

ابن شہزاد حقانی

عکس نما

مضمون	صفحہ نمبر
گلگت کے حالات پر ایک گہری نظر	۵
فلسفہ تبلیغ و ذرائع تبلیغ سیرت طیبہ ﷺ کے تناظر میں	۱۸
سیرتِ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ	۲۳
نبی اکرم شفیع اعظم ﷺ	۲۸
محبتوں کی زمین، وادی غذر	۲۹
مولانا نذیر اللہ مرحوم	۳۲
خطیب گلگت قاضی عبدالرزاق گلگتی	۳۴
مولانا قاضی نثار احمد مدظلّہ کا سفرِ اسلام آباد، لحہ بہ لحہ	۳۹
آہ صد آہ! گلگت جل رہا ہے......	۴۹
جامعہ کے شب و روز	۲۵
حالات حاضرہ پر مختلف قراردادیں!	۵۴
آپ کے مسائل اور انکا شرعی حل	۵۸
تبصرہ و تعارفِ کتب	۶۰
منہاج الدین پر قاتلانہ حملہ،	۶۳
مسلمان عورتوں کو پردے کا اہتمام کرنا چاہیے!	۶۴
قارئین کے خطوط	۶۵

قیمت، فی شمارہ =/50روپے ، سالانہ زرتعاون: اندرون ملک =/250روپے ، بیرون ملک =/600=روپے

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ: ایڈیٹر سہ ماہی نصرۃ الاسلام، جامعہ نصرۃ الاسلام عیدگاہ روڈ گلگت، گلگت بلتستان
ای میل: ibshaqqani@gmail.com رابطہ نمبر: +92-5811-453279,03003955122,03462974626

پبلشر: مولانا قاضی نثار احمد، جامعہ نصرۃ الاسلام عیدگاہ روڈ گلگت، گلگت بلتستان

القرآن

حرمت شراب:

یا أیھا الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون (سورۃ المائدہ، آیت ۹۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! شراب، جوا، انصاب وازلام ناپاک اور گندے ہیں، شیطان کے کام ہیں۔ ان سے بچا کرو تاکہ فلاح پاؤ۔

الحدیث

عن ابی بشر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنھما الکوثر الخیر الکثیر الذی اعطاہ اللہ ایّاہ، قال ابو بشر قلت لسعید بن جبیر انّ اناسا یزعمون انه نھر فی الجنة، فقال السعید: النھر الذی فی الجنة من الخیر الکثیر الذی اعطاہ اللہ ایّاہ (صحیح بخاری بحوالہ رحمة للعالمین صفحه ۳۵)

ترجمہ: بشیر نے سعید بن جبیر سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ کوثر کے معنی وہ خیر کثیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمائی ہے۔ ابوبشیر کہتے ہیں، میں نے سعید بن جبیر سے کہا کہ لوگوں کا گمان تو یہ ہے کہ کوثر ایک نہر کا نام ہے جو جنت میں ہے۔ سعید نے جواب دیا، ہاں وہ جنت والی نہر بھی تو اسی خیر کثیر ہی میں سے ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے حضور ﷺ کو عطا فرمائی ہے۔

آوازِ حق
ادار یہ

چیف ایڈیٹر کے قلم سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گلگت بلتستان اذیت کے کٹہرے میں......

[گلگت بلتستان کے دلخراش حالات پر ایک گہری نظر!]

سہ ماہی نصرۃ الاسلام کے دوسرے شمارے کے حوالے سے چند گذارشات کا ارادہ تھا مگر گلگت بلتستان کے موجودہ دلخراش حالات کے پیشِ نظر سب کچھ ذہن سے اوجھل ہوگیا ہے۔اس شہر کی رونقیں ماند پڑ رہی ہیں اور سکون آئے روز کے پریشان کن حالات کی وجہ سے ختم ہوتا جارہاہے، بدامنی اور افراتفری نے ہر ذی شعور آدمی کو پریشان کر رکھا ہے۔گزشتہ کئی دہائیوں سے یہ علاقہ فرقہ وارانہ فسادات اور کشیدگی کی زد میں ہے، اس کی بنیادی وجوہات جاننے، ایک ایک حادثہ اور نت نئی رسومات وخطبات پر بحث کرنے اور تہہ تک پہنچنے کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔

یہاں ایک بات عرض کرنا ضروری ہے کہ اہلسنت والجماعت نے ہمیشہ دفاعی پوزیشن اختیار کیے رکھی ہے، اہلسنت اس علاقے کی پہلی اکثریتی آبادی پر مشتمل ہونے کے باوجود ہمیشہ عالمی سازشوں، مخصوص بڑی قوتوں کے سامنے سدراہ بننے کی وجہ سے مشکلات سے دوچار رہے ہیں۔اہلسنت کو ہمیشہ دینی تعلیمات اور اسلاف کی دی ہوئی روش کے باعث صبر وتحمل کی عادت اور مملکت خداداد پاکستان کا استحکام ہر وقت عزیز رہاہے۔افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اہلسنت کے اس وسعت ظرفی کو کمزوری سے تعبیر کیا جاتا رہاہے۔

کبھی علاقے میں اہلسنت کے اقلیتی امیج کا ڈھنڈورا پیٹا گیا، کبھی علاقے کی مخصوص مذہبی، سیاسی داؤ و پیچ، حامل قوتوں کی کوشش یہ رہی کہ اہلسنت کسی بھی طرح کمزور ہوں اور کبھی استعماری قوتوں نے سستے مول پر میر جعفر و میر صادق جیسے لوگ بھی پیدا کرنے کی کوشش مسلسل جاری رکھی، اور اس میں کسی حد تک کامیاب بھی ہوئے، مگر ان کا یہ عمل نہایت مذموم اور علاقے کے لئے سم قاتل ثابت ہوا۔

لیکن اس سب کے باوجود الحمد للہ! دھرتی عزیز کے غیور مسلمانوں نے ہر گونہ حالات کا ہمت، بہادری اور ایثار وقربانی کے ساتھ مقابلہ کیا اور انہیں یہ راست فکر ان کے اکابر علماء ومشائخ سے ملی تھی، ان اکابر علماء کو مشکل حالات میں ڈٹ جانے کا عملی سبق مشائخ دیوبند سے ورثے میں ملا تھا، آج بھی ان کے نام لیواؤں پر مصائب کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں مگر پھر بھی وہ استقامت اور صبر کے پیکر بنے کھڑے ہیں، اور انہیں سخت ترین حالات میں بھی ہمت وحوصلہ رکھنے کی توفیق مل رہی ہے۔الحمد للہ علی ذالک

اس خطے میں بعض لوگوں کے ذہنی تکبر اور اقتدار کی ہوس نے مسائل وفسادات خوب پیدا کیے ہیں۔۲۰۰۵ء

کے بعد پیدا ہونے والے حالات سے علاقے میں امن پسند اور حالات سے پریشان فریقین کے ذمہ دار، ذی فہم و دانش، سیاسی، علمی، سماجی خدمات کی صلاحیت رکھنے والے علماء، وکلاء اور عمائدین نے مل بیٹھ کر اٹھارہ اٹھارہ افراد پر مشتمل فریقین کا چھتیس رکنی گرینڈ امن جرگہ تشکیل دیا تھا۔ اس دور کے گلگت اسمبلی کے اسپیکر اس کے چیئر مین مقرر ہوئے، سول اور فوجی انتظامیہ بھی باقاعدہ نگرانی کرتی رہی تاکہ خوش اسلوبی سے ایک امن معاہدے پر متفق ہو جائیں اور بدامنی، انتشار، افراتفری اور ظلم وستم کا خاتمہ ہو جائے، چنانچہ سولہ نکات پر مشتمل امن معاہدہ تشکیل پا گیا۔

امن جرگے کے اراکین اور فریقین کے دستخط ثبت ہوئے، مزید اس کی توثیق کے لئے علاقے کے قریہ قریہ، گاؤں گاؤں میں اس امن معاہدے کو اجتماعات میں سنایا گیا اور تائید حاصل کی گئی۔ فریقین کی قیادت کو اڈیالہ جیل میں پڑھ کر سنایا گیا اور فریقین نے تسلیم کر کے توثیقی دستخط ثبت کئے، اس امن معاہدے کے ایک ایک صفحے پر چیف سیکریٹری گلگت بلتستان کے بھی دستخط ہوئے تھے۔ ۲۰۰۶ء میں گلگت کی قانون ساز اسمبلی نے اس معاہدے کو قرارداد کے ذریعے قانونی حیثیت دی، اس وقت کے صدر پاکستان اور وزیراعظم نے بھی اس کی توثیق کی۔ مگر افسوس صد افسوس ایک فریق نے اس متفقہ معاہدے پر عمل کرنے سے پہلو تہی کی بلکہ دھجیاں اڑانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اور اس کے خلاف ورزی کرنے میں پیش پیش رہے۔

گلگت کی انتظامیہ گذشتہ کئی سالوں سے بے بسی کے دن گزار رہی ہے، سمجھ دار طبقہ، سیاست دان، وکلاء، صحافی حضرات اور امن پسند تمام طبقات اس امن معاہدے پر عمل درآمد ضروری سمجھتے ہیں مگر چند مخصوص شر پسند عناصر کے سامنے گلگت کی جمہوری حکومت، انتظامیہ اور دیگر ارباب بست وکشاد بے بس کھڑے تماشائی بنے ہوئے ہیں، بے گناہوں کا خون مسلسل بہ رہا ہے، لوگوں کے گھر جلائے جا رہے ہیں، سرعام نقاب پوش ٹارگٹ کلنگ میں مصروف ہیں، بے گناہوں کی جان لینا شیوہ عام بن چکا ہے، خود حکومت کے ذمہ دار طبقہ بھی ان شر پسند عناصر سے محفوظ نہیں ہیں پولیس کے آئی جی سخی اللہ ترین اور انسداد دہشت گردی کے جج محمد جمشید تک کو شہید کر دیا گیا۔ صرف یہ نہیں کہ ان کو بے دردی سے شہید کر دیا گیا بلکہ دکھ اس بات کا ہے کہ آج تک نہ ان کے قاتلوں کو گرفتار کیا گیا اور نہ ہی پس پردہ عناصر کو بے نقاب کر کے قرار واقعی سزا دی گئی۔ اس افراتفری میں غریبوں اور مسافروں کا کوئی پرسان حال ہی نہیں۔ گلگت پولیس حکومتی ہونے سے زیادہ مسلکی ہے۔ درجنوں مجرموں کو جیل اور تھانوں سے فرار کروانا تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے اور سینکڑوں قاتل سر راہ گھوم رہے ہیں مگر پولیس اتنی جانبداری کا مظاہرہ کر رہی ہے کہ ان کو پکڑنے سے ہر ممکن پہلو تہی کی جاتی ہے۔

حالیہ دنوں میں موجود گلگت اسمبلی میں گلگت کے دگرگوں حالات پر ان کیمرہ سیشن ہوا جس میں عام مہمانوں اور صحافیوں کے داخلے پر پابندی عائد کی گئی تھی، حساس اداروں نے بریفنگ دی۔ کھلے دل سے بحث و مباحثہ کے بعد متفقہ طور پر طے پایا گیا اور قرارداد پاس کی گئی گرینڈ امن جرگے کے معاہدے پر عمل ضروری ہے مگر اس کے باوجود اس پر عمل درآمد نہ کرنے کی وجہ ایک طبقے کی طرف سے مسلسل بدامنی اور شدت آمیز رویہ ہے اور اس

بدامنی کی تمام تر ذمہ داری اسی طبقہ پر عائد ہوتی ہے اور موجودہ نام نہاد جمہوری وعوامی حکومت اور انتظامیہ بھی اس گناہ کبیر میں برابر کی شریک ہے، جو حکومتی رٹ قائم کرنے اور امن معاہدہ پر عمل پیرا کروانے سے مسلسل گریزاں ہے۔

پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا اور گلگت بلتستان کے عوام اس بات پر شاہد ہیں کہ اہل سنت نے ہمیشہ امن معاہدے پر سختی سے عمل درآمد کا مطالبہ کیا ہے اور اہل سنّت نے امن کے حوالے سے اور امن معاہدے پر عمل کرنے میں اپنا کردار بھی ادا کیا ہے اور امن اور علاقے کی سلامتی کی خاطر فریق ثانی کے مظالم اور حکومت کی یک طرفہ گاڑی چلانے والی روش کو بھی برداشت کیا ہے اور جو بھی اقدام کیا ہے وہ آئینی اور قانونی واخلاقی حدود میں رہ کر کیا ہے۔ان سطور کے توسط سے ارباب اقتدار بالخصوص فریق ثانی کے امن پسند طبقات کو احساس دلانا ہے کہ بہر صورت امن معاہدہ پر عمل درآمد کے لئے راہ پیدا کر کے اور شہر کو دانستہ بدآمنی کی طرف دھکیلنے والوں کا راستہ روکیں۔

۲۰۰۵ء سے اب تک سینکڑوں بے گناہ لوگوں کے خون کے ذمہ دار یہ مخصوص گروہ مزید انسانی خون سے ہاتھ رنگین کرنے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کر رہا۔گذشتہ ایام میں عبدالحکیم ،محمد طاہر،اسکندر حیات،عبدالوکیل ،رضوان اللہ،عبادالرحمان کو جس بے دردی سے شہید کیا گیا اور محمد صابر اور JUI کے سیکریٹری جنرل منہاج الدین کو دن دہاڑے اندھا دھند گولیوں کا نشانہ بنا کر شدید زخمی کر دیا گیا،ڈائیریکٹر ہیلتھ جناب ڈاکٹر شیر ولی،ڈائریکٹر زراعت جناب عبدالواحد اور گلگت بلتستان کے مختلف علاقوں کو گئی دوسری لاشوں کو دیکھ کر عوام خوف وہراس میں مبتلاء ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ ابھی تک نہ کسی کا قاتل گرفتار ہوا نہ کسی مجرم کو سزا دی گئی۔ہم ان سطور کے ذریعے ارباب حل وعقد اور جملہ سیاسی وانتظامی ذمہ داروں اور صاحب فکر ونظر شخصیات کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ وہ آگے بڑھیں اور قیام امن اور علاقائی متشوش حالات اور علاقائی ترقی وتعمیر کے لئے اپنا کردار ادا کریں اور فریق ثانی بھی اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کریں اور رواداری کا ثبوت دیں۔

عاشورہ محرم کا جلوس خزانہ روڈ اور شہید ملت روڈ سے گزاریں تو شہر میں بدامنی کی بیخ کنی ہو سکتی ہے۔یہ کہاں کا انصاف ہے کہ کوئی اپنی آزادی کا نام دے کر دوسروں کے حدود وآزادی کو پامال کرے۔دنیا کا کوئی قانون اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ آپ اپنی مذہبی آزادی اور خوشی کی خاطر دوسروں کے حذود پامال کرواور آزادی اور مذہبی رسومات کا نام دیکر پورے معاشرے میں ہل چل مچایا جائے۔انتہائی سطحی اور گری ہوئی نظر سے دیکھا جائے تو انسانی سرگرمیوں پر ہر قسم کی حدود اور پابندیوں کی عدم موجودگی کا نام آزادی کہلاتا ہے مگر ایک مہذب اور منظّم معاشرے میں ایسی بے راہ روی اور بے قید آزادی کا پایا جانا ناممکن ہے۔یہ بات پتھر پر لکیر ہے کہ ایک منظّم اور مہذب وشائستہ معاشرے میں ہمیشہ سے ایسے قواعد وضوابط اور اصول وقوانین موجود ہوتے ہیں جو آزادی کی ضمانت دینے کے ساتھ ساتھ چند قیود بھی قائم کر دیتے ہیں۔

لاریب کہ آزادی سے مراد ایسے امور واعمال کرنے کی آزادی ہے کہ جس میں دوسروں کے مفادات اور جذبات کو گزند اور ٹھیس نہ پہنچے۔یعنی آزادی حقوق وفرائض کے مجموعے کا نام ہے۔حقوق وفرائض لازم وملزم

ہیں۔فرائض چاہے اخلاقی ہوں یا قانونی ہمیں ان کا مکمل پاس رکھنا چاہیے اور ان میں کوتاہی سے مکمل پرہیز کرنا چاہیے لہذا ہمیں اس روش اور اس طرح کے مذہبی رسومات کی ادائیگی سے پرہیز کرنا چاہیے جو دوسروں کی دل آزاری اور نقصان کا سبب بن رہے ہوں۔اگر ہم قانون کا احترام، دوسروں کی آزادی کا احترام، اور دوسروں کی دل آزاری سے گریز کا عملی ثبوت دیں تو انشاء اللہ ایک خوشگوار ماحول کا آغاز ہوگا اور یہ سب کے لئے نیک شگون ہوگا۔ اہلسنت بھی اپنی ذمہ داری بطریق احسن بجالائی گی۔

۲۸ فروری کو ہونے والے حادثہ کوہستان کی ہر انسان نے مذمت کی ہے اور تنظیم اہلسنّت والجماعت اور اہل سنّت برادری نے بھی نہ صرف اس واقعہ کی مذمت کی ہے بلکہ انہوں نے مجرموں کی گرفتاری کے لئے ہر دستہ اول کا کردار ادا کر رہے ہیں۔عمائدین دیامر حکومت کے ساتھ ہر ممکن تعاون کے لئے تیار ہیں مگر افسوس اس کا جواب مخصوص عناصر ائمہ ثلاثہ پر تبرابازی اور اہل سنت کو گالم گلوچ کی شکل پر دے رہے ہیں اور اہل سنّت علماء وعمائدین کے خلاف بازاری، زبان استعمال کی جارہی ہے اور اس مملکت خداداد پاکستان کے خلاف ریلیاں نکالی گئی ہیں، مردہ باد کے نعرے لگائے گئے اور دشمن ملک انڈیا کی طرف مارچ کیا گیا۔ہم حکومت سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ خلفائے ثلاثہؓ کے خلاف غلیظ زبان کا استعمال، ہسپتال والی مسجد کی بے حرمتی، آگ لگائے جانے اور قرآن کریم کی بے حرمتی اور جلائے جانے اور انڈیا کی طرف لانگ مارچ کرنے اور مملکت پاکستان کے خلاف نعرے بازی اور امن کو تاراج کرنے والوں کو فی الفور گرفتار کر کے قرار واقعی سزادی جائے۔پاک فوج اور اس کے ذیلی اداروں کو بھی اس امر کا انتہائی باریک بینی سے جائزہ لینا چاہئے کہ ان گھناؤنے اعمال میں کون ملوث ہے۔

تعزیت کے نام پر سینکڑوں گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں کا جلوس، پھر اہلسنت اور صحابہ کرامؓ کے خلاف نعرے بازی کرنے والوں کے خلاف قانونی کاروائی کرنے کے بجائے مقامی حکومت اور وزیر داخلہ کا دو دفعہ ان کو نوازنے کے لئے گلگت میں وارد ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟۔ اور پھر اہلسنت اور عمائدین دیامر کو بلا کر پھر ان کی وزیر داخلہ سے ملاقات نہ کروانا اور مقامی حکومت کا گلگت بلتستان کے حوالے سے وفاقی حکومت کو گمراہ کرنا اور ہر وہ پالیسی اپنانا جو اہل سنت کے لئے سم قاتل ہو، یہ سب کیا معنی رکھتا ہے؟ اور کیا اس طرح کے جانبدارانہ رویوں سے امن وامان ممکن ہے اور صبر کرنے والوں کو دیوار سے لگا کر بدمعاشی کرنے والوں کے ساتھ نرمی برتی جائے، کیا یہی انداز حکمرانی ہوتا ہے؟ کم سے کم ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔اور وزیر داخلہ اپنے اختیارات سے بالاتر اعلانات کرتے رہے اور بد قسمتی سے ہنوز یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔

تنظیم اہل سنت والجماعت نے یہ واضح کیا ہے کہ اگر مملکت خداداد پاکستان میں رائج نصاب سے چھیڑا گیا، خلفائے ثلاثہؓ کے کارناموں اور ان کی شان وعظمت پر انگلی اُٹھائی گئی تو اہلسنت سیسہ پلائی دیوار بن جائیں گے۔اور اس بین الاقوامی صیہونی سازش کو ناکام بنادیا جائے گا اور اہل سنت سمجھتے ہیں کہ اس حوالے سے کسی بھی قسم کا نوٹیفیکشن اس خطے کو آگ اور خون کی طرف دھکیلنے کے مترادف ہوگا، لہذا ایسے اوچھے ہتھکنڈوں سے گریز کیا جانا چاہیے۔

گلگت بلتستان کی بدامنی کی ایک وجہ ایک طبقے کے بعض مخصوص عناصر کا ذہنی تکبر اور فرقہ واریت کے ذریعے اقتدار کے حصول کی روش ہے۔ ان عادی مجرموں کو اس شہر کا امن قبول نہیں اور وہ اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے انسانیت کش اقدامات پر مسلسل عمل پیرا ہیں اور کرپٹ حکومت بھی ان کو لگام دینے سے قاصر ہے بلکہ ان کی پشت پناہی کر رہی ہے، ایسے میں امن وامان کا خواب شرمندہ تعبیر کیسے ہوسکتا ہے۔ یہ بات سب پر عیاں ہے کہ انسان فطرتی طور پر امن پسند ہے تاہم وہ ردعمل کے طور پر جنگجو بھی بن جاتا ہے۔ آج کے دور میں یہ ناممکن ہے کہ آپ کسی کے منہ پر تھپڑ ماریں اور وہ جواب میں پھول برسائے۔ کون ذی شعور اس بات سے انکار کریگا کہ گزشتہ کئی سالوں سے اہل سنّت عوام کو دیوار سے لگائی جانے کی پالیسی اعلی طبقوں سے لیکر ادنی اداروں تک عروج پر ہے، اور اس کے جواب میں اہل سنّت سے محبت ورواداری کا مظاہرہ کرنے کو کہا جارہا ہے، پہلے خود محبت ورواداری کا ثبوت تو دیں اور ظلم وستم سے تو باز آجائیں پھر دیکھیں کہ اہل سنّت کا رویہ کیسا ہوتا ہے۔ ہمیشہ سے نفرت کی لکیریں کھینچنے میں پہل کس نے کی ہے؟ اپنی الگ ٹرانسپورٹ کی بنیاد کس نے ڈالی ہے؟، بے بنیاد احتجاجی مظاہرے اور ہڑتالیں کس نے شروع کی ہیں اور حکومتی املاک کو نقصان پہچانا اور پولیس اور رینجرز پر فائرنگ ہمیشہ کون کرتا آرہا ہے؟، پرامن مظاہرین پر فائرنگ، دستی بموں سے حملہ، عام مسافروں کو اتار کر شناختی کارڈ چیک کر کے بے دردی سے قتل کرنے کا رواج کس نے ڈالا ہے؟ اور پھر اپنی مسلک کے علاوہ دوسروں سے کاروباری بائیکاٹ کی ابتداء کس نے کی ہیں؟، ہر جائز ناجائز مطالبہ کر کے حکومت کو مفلوج اور حکومتی رٹ کو کس نے چیلنج کیا ہے؟، تمام عدالتی اور انتظامی فیصلوں پر اثر انداز ہونا اور ان کے کام میں بے جا دخل دینا اور اعلی حکومتی عہدہ داروں کو جان سے مارنے کی دھمکیاں، لوکل اور نان لوکل کا نعرہ، سٹیٹ سبجیکٹ رول کے نفاذ کا مطالبہ کس نے کیا ہے؟ موقع بے موقع اسلحہ کی نمائش کا رواج کس نے ڈالا ہے؟ گڈز ٹرکوں کو کس نے لوٹا ہے اور ہنزہ نگر اور بلتستان روڈ میں گڈز ٹرک اور آئل ٹینکروں کے ڈرائیوروں کے ساتھ ظلم وزیادتی اور ان کی قیمتی املاک کو نقصان پہنچانے جیسی مکروہ روایات کا ڈول کس نے ڈالا ہے؟ ان جیسے بے شمار سوالات ہیں جو تشنہ جواب ہیں۔ کیا یہ تمام چیزیں بہت کھلی اور واضح نہیں ہیں؟ اگر کوئی غیر جانبدار فورم تفتیش دیا جائے تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے گا۔

گلگت بلتستان کے عوام اکیسوی صدی میں بھی آئینی حقوق سے محروم ہیں۔ اس خطے کے مسلمانوں اور عوام الناس نے جہاد کے ذریعے آزادی حاصل کر کے پاکستان کے ساتھ غیر مشروط الحاق کیا۔ حکومت پاکستان نے تا استصواب رائے ان علاقوں کو بین الاقوامی قراردادوں پر کشمیر کی طرح متنازعہ تسلیم کیا۔ اس خطے کے عوام نے آزادی کشمیر کے لئے سب سے زیادہ قربانیاں دیں ہیں لہذا ان علاقوں کا زمینی حقائق کے پیش نظر کشمیر کے ساتھ وحدت قائم رکھنا بنیادی حق ہے مگر اس بنیادی حق سے چشم پوشی کر کے اور مخصوص لوگوں کو نوازنے کے لئے دیے جانے والے پیکیج کے ذریعے چند لوٹوں کو حکمرانی دینے کی کوشش کی گئی، اس پیکیج کے ذریعے اہل سنّت عوام کو قعر مذلت میں دھکیل دیا گیا اور انکی اجتماعی آواز کو در خور اعتنا نہیں سمجھا گیا۔ اس روش سے پیشہ ور مجرموں کی حوصلہ افزائی ہوئی اور

وہ اقتدار میں براجمان ہوئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کرپشن عروج پر پہنچ گئی، امن اور سکون غارت ہوا، سرکاری ملازمتوں میں اہل سنّت کے لئے دروازے بند کر دیے گئے، فرقہ واریت نے جڑیں مضبوط کر لی اور تمام ادارے مفلوج ہو کر رہ گئے، گزشتہ چار سال کی تاریخ پر ہلکی سی نظر دوڑائی جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ گلگت کے تمام سرکاری اداروں کا کتنا برا حال ہوا ہے بالخصوص محکمہ خوراک، بنیٹکو، پی ڈبلیو ڈی میں تو کرپشن کا گراف حد درجہ بڑھ گیا ہے اور یہ ادارے دیوالیہ بن چکے ہیں۔ اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو یہ تمام شگوفے موجودہ حکومت اور گورننس پیکج کے بطن مبارک سے پھوٹے ہیں۔ رہی بات محکمہ صحت، تعلیم، زکوۃ وعشر، قانون اور داخلی امن وآمان کی تو کسی ذی شعور آدمی سے ان کی نالائقی اور بے راہ روی ڈھکی چھپی نہیں۔

کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے تو گلگت بلتستان کشمیر کی شہ رگ ہے۔ وفاقی حکومت کسی کے دباؤ میں آئے بغیر انصاف اور جرأت کرے کہ گلگت بلتستان اور کشمیر کی صدیوں سے قائم وحدت کو برقرار رکھتے ہوئے گلگت بلتستان و کشمیر اسمبلی وکونسل کا قیام عمل میں لائے۔ اس میں دورائے نہیں کہ کشمیری قیادت سے ہماری کافی شکایات ہیں تاہم وہ اپنی بے وفائی کا ازالہ کرتے ہوئے آئندہ تیس سال کے لئے صدارت اور وزارت علیا گلگت بلتستان کے لئے مختص کرنے پر راضی ہو کر اپنی اخلاقی ذمہ داری نبھائیں اور وفاقی حکومت گلگت بلتستان کی پسماندگی کے خاتمے کے لئے خصوصی اقدامات کریں۔

ایک بات کا اعادہ مکرر کیا جاتا ہے کہ دہشت گردی کہیں پر بھی ہو وہ مذموم عمل ہے۔ ہم نے کبھی اس کی عملاً اور قولاً حمایت نہیں کی ہے اور نہ آئندہ کریں گے۔ ہر فورم میں امن کی بات کی ہے اور دہشت گردی اور لاشوں کی سیاست کا مکمل بائیکاٹ کیا ہے۔ لاشوں کے تحفے گلگت سے بھیجے جائیں یا مضافات سے آئیں، کراچی سے موصول ہوں یا کسی اور شہر سے۔ بہر صورت یہ کوئی اچھی روایت نہیں ہے، ہر انسان اس کی مذمت کرتا ہے اور بھرپور مذمت کرنی چاہیے اور مجرموں کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جانا چاہیے۔ قاتل قاتل ہوتا ہے چاہے وہ کسی بھی مکتبہ فکر سے ہو، اس پر مضبوط گرفت ہونی چاہیے اور کیفر کردار تک پہنچایا جائے لیکن ہمارے ہاں گنگا ہی الٹی بہتی ہے کہ دہشت گردوں اور قاتلوں کے ساتھ بھی نرمی کا برتاؤ کیا جاتا ہے بلکہ پولیس ان کو فرار کروانے میں معاون ہوتی ہے۔ ہم حساس اداروں اور گلگت میں کام کرنے والی خفیہ ایجنسیوں سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ اپنا کردار ادا کریں اور دہشت گردوں اور انسان دشمن عناصر کی نشاندہی کریں۔ اور امن وامان کو تاراج کرنے والوں کیساتھ آہنی ہاتھوں سے نمٹے۔

☆☆☆

آہ صد آہ!!!!! گلگت بلتستان ایک دفعہ پھر دوراہے پر کھڑا ہے۔ ایک راستہ کامیابی وکامرانی، امن وسلامتی اور اخوت وآشتی کا ہے اور دوسرا راستہ تباہی وبربادی، قتل وغارت اور بے کلی وبے دلی کا ہے۔ راست فکر اور صحیح اقدامات سے حال ومستقبل کو روشن بنایا جا سکتا ہے اور منفی رجحانات، ہٹ دھرمی، ذہنی تکبّر، شیطنیت، دجّالیت اور جذباتی نعروں اور غیر سنجیدہ تقریروں وتحریروں سے گلگت بلتستان کو آگ میں دھکیلا جا سکتا ہے اور انتشار وانارکی پھیلائی

جاسکتی ہے۔ ایسی انارکی اور ایسا انتشار جس پر قابو پایا جانا محال دکھائی دیتا ہے۔ اس میں بھی اختلاف نہیں کہ قوم کی اکثریت امن و آشتی اور سکون و سلامتی اور تعمیر و ترقی کی راہ پر چلنا چاہتی ہے۔ پہاڑوں کے دیس میں بسنے والی اس قوم میں عزم مصمم بھی ہے اور یقین کامل بھی۔ عزم اور یقین وہ قوت ہے جس کے آگے مطلق العنان حکمران، شیطان صفت جابر و ظالم، اسٹیبلشمنٹ کے کالے بھجنگ، انسانیت کے بیوپاری اور انسانی خون پینے والے درندے اور نام نہاد عوام پسندوں کی ساحری بھی نہیں چل سکتی۔ مسلمانوں کی یہی قوت آج کے ناگفتہ بہ حالات کا دھارا اور تاریخ کا فیصلہ بدل سکتی ہے۔

☆☆☆

گلگت بلتستان میں اس وقت ایک جنگ بپا ہے۔ یہ جنگ آس اور یاس کے درمیان ہے۔ لوگ امید و بیم میں پھنسے ہوئے ہیں اور ان کو کوئی راہبر نہیں مل رہا ہے جو بھنور میں پھنسی ان کی کشتی کنارے پر لگا سکے۔ سچی بات یہ ہے کہ امید، مشکلات و بحرانوں اور برے وقت میں حوصلہ عطا کرتی ہے جبکہ مایوسی زندگی کو موت کے حوالہ کر دینے کا مشورہ دیتی ہے۔ خود خدا کا بھی فرمان ہے کہ **لاتقنطوا من رحمة الله** اس مشکل میں فتح مندی و کامرانی اُسی طبقے کو نصیب ہوگی جو سب کچھ خدا تعالی کی ذات باری سے ہونے کا یقین کامل رکھتا ہو اور عزم ایمانی کے ساتھ فیصلے کرے گا اور مشکل سے مشکل حالات سے مقابلہ اور طوفانوں اور سونامیوں کا منہ موڑ دینے کے لیے چوکس اور کمر بستہ رہے گا۔ یاد رہے کہ اہل ایمان ایک دفعہ پھر اپنی متاع کی حفاظت کے لئے تن من کی بازی لگائیں گے اور باطل کے ناپاک عزائم اور شیطانی مکر و فریب اور بدی کی قوتوں کو سرنگوں اور خس و خاشاک میں مل جانے پر مجبور کردیں گے۔ انشاءاللہ العزیز

گلگت بلتستان میں ایک بے سود جنگ شروع ہو چکی ہے اس بے سود جنگ کے لئے اعلی ایوانوں میں پلاننگ ہو چکی ہے اور نتیجہ بھی مرتب کیا جا چکا ہے کہ اہل سنت کو دیوار سے لگایا جائے اور ان کو پتھر کے دور میں دھکیل دیا جائے اور ان کی ہر آہ کو دبایا جائے اور انہیں سسکنے اور سسک سسک کر مرنے پر مجبور کیا جائے۔ اس پر مستزاد اس بے سود جنگ میں سیاست دانوں اور مذہبی رہنماؤں کے بیانات، تقریروں، احتجاجی مظاہروں، ہڑتالوں اور مطالبوں میں شدت آچکی ہے۔ مختلف مسالک اور علاقوں میں محاذ آرائی کا سلسلہ چل نکلا ہے جس کے باعث علاقائی نظم و نسق ابتری کا شکار ہے۔ شہریوں کی زندگی اجیرن بن چکی ہے جبکہ ارباب اقتدار بڑے بڑے شہروں میں عیش و طرب کے دن گزار رہے ہیں اور ان کے خوشہ چیں بھی ان کی لے میں لے ملا رہے ہیں اور کوئی اخباری بیان داغ کر سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے فرائض سے سبکدوش ہوئے۔

تضادات و اختلافات نے معاشرے کو ایک ہیجان میں مبتلا کر رکھا ہے۔ ہر آدمی امن و امان اور حالات کی ابتری سے شاکی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ گلگت بلتستان میں کوئی بڑی مصیبت آنے والی ہے۔ عوام کا اپنے منتخب نمائندوں پر سے اعتماد اٹھ چکا ہے اور نام نہاد سیاسی نمائندوں کا عوام دوستی اور گلگت بلتستان سے محبت اور امن و

آمان قائم کرنے کا سارا بھرم کھل گیا ہے۔گلگت اور اس کے مضافات کے تمام لوگ موجودہ منافقت کی سیاست سے بیزاری و برأت کا اظہار کر چکے ہے۔عوام کو شدید احساس ہو گیا ہے اور یہ بات ان کی سمجھ میں آچکی ہے کہ گلگت بلتستان کی بقا سیاسی راست بازی، درست سیاسی اعمال، اچھے فیصلے، میرٹ کی بحالی، پولیس میں توازن، سرکاری اداروں میں علاقہ ومسلک کی بنیاد پر نہیں بلکہ صلاحیت وقابلیت کی بنیاد پر نوکریاں، انصاف گاہوں سے انصاف کشی نہیں بلکہ انصاف کی باریابی اور مذہبی لیڈروں کی وسعت ظرفی اور کشادہ دلی میں مضمر ہے مگر ہنوز یہ سب کچھ آنکھوں سے اوجھل ہے اور دور دور تک دکھائی نہیں دے رہا ہے۔مشکل کے ان حالات میں اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ سے رجوع کی ضرورت ہے۔جب تک راتوں کو جاگ کر، گڑ گڑا کر اللہ رب العزت کو راضی نہ کیا جائے اور اس ذات باری سے معاف نہ کرایا جائے تب تک اس قسم کے عذاب ہمارے مقدر ہونگے۔مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اعمال صالحہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور آپس میں اتحادو یکجہتی کا عملی مظاہرہ کریں اور ایثار وقربانی کا جذبہ پیدا کریں۔اپنے ارادوں کو مستحکم کریں اور حالات کی سنگینی کا ادراک کریں اور ان کی بربادی وتباہی کے اسباب وعلل کو سمجھنے کی کوشش کریں یعنی نوشتہ دیوار کو غور سے پڑھیں۔

☆☆☆

گلگت بلتستان میں گزشتہ دنوں خصوصیت کے ساتھ خون ناحق کی ارزانی اور جان ومال کے محافظوں کے ہاتھوں کئی معصوم اور کم عمر بچوں کی قیمتی جانوں کا ضیاع اور کئی دردناک وخون چکاں واقعات پیش آئے ہیں۔اور اس بربریت و سربریت کا سلسلہ ابھی تھما اور رکا نہیں بلکہ دو آتشہ ہوا چلا جارہا ہے اور یہ گلگت بلتستان کی تاریخ کے سیاہ ایام ہیں۔خون مسلم ارزاں ہو چکا ہے حالانکہ قتل مسلم پر بے شمار وعیدیں آئی ہیں۔رحمت دو عالم ﷺ کا مبارک ارشاد ہے کہ:

’’**قتل المؤمن اعظم عند الله من زوال الدنيا**‘‘ یعنی ایک مومن کا قتل اللہ کے نزدیک دنیا کے زوال سے بڑھ کر ہے۔

صحیح بخاری ومسلم کی ایک حدیث میں سات چیزوں کو امت کی تباہی وبربادی کا ذریعہ بتلایا گیا ہے، ان میں سے ایک ’’مسلمان کا خون ناحق‘‘ ہے۔

اس قسم کی بے شمار احادیث اور ارشادات نبویہ ﷺ کتب حدیث میں موجود ہیں، ان کو ٹھنڈے دل و دماغ سے پڑھیں اور پھر آج کل جو گلگت بلتستان میں ہو رہا ہے، اس کا عمیق جائزہ لیا جائے تو یقین ہو جاتا ہے کہ خاکم بدہن گلگت بلتستان کی تباہی کا وقت آگیا ہے۔

اور یہ سب کچھ جہلِ مسلم اور دین سے دوری اور آپس کی ناچاقی و افتراق کا نتیجہ ہے۔اور سب سے بڑی بد قسمتی یہ ہے کہ حکومت وقت اصلاح احوال اور امن وامان قائم کرنے میں بری طرح ناکام ہو چکی ہے۔اس سے بھی بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ گلگت بلتستان تباہی کے کنارے آلگا ہے لیکن دِلوں کی قساوت، لاپرواہی، غفلت، سستی اور کسالت پسندی اور احساس ذمہ داری سے بے پرواہی کی کوئی انتہا نہیں اور عبرت پکڑنے کے لئے کوئی تیار نہیں۔

دعویٰ سے کہا جاسکتا ہے کہ اگر آج بھی پوری قوم یعنی حاکم ومحکوم، عوام، پولیس، فوج اور پیرو جواں اور مرد وزن سب کے سب صدق دل سے اپنی بدکرداریوں سے توبہ کرلیں اور اپنے سابقہ جرائم کی رب الارباب، خالق کائنات اور مالک دو جہاں سے معافی مانگیں اور خدا فراموش اور خود فراموش طرز زندگی کو ترک کردیں، اور ہر فرد چاہے کوئی بڑے سے بڑے عہدہ دار ہو یا ایک ادنیٰ آدمی ہو اپنے دائرہ اختیار واقتدار میں ایمانداری سے اصلاح احوال کا عزم مصمم کرلے اور اپنی زندگی خداترسی اور انسانیت دوست والی زندگی بنالے تو کوئی بعید نہیں کہ اللہ کی مدد و نصرت اور رحمت کی بارش نہ ہو۔ لاریب کہ اس کے بعد رب ذوالجلال کی رحمت کاملہ کا نزول ہوگا اور گلگت بلتستان بھی محفوظ ہوگا اور باسیان گلگت بلتستان بھی محفوظ ہونگے۔

ربِ رحمٰن سے التجاو دعا ہے کہ وہ گلگت بلتستان کی بھٹکی ہوئی قوم کو راہ مستقیم دکھائے اور توبہ وانابت کی توفیق عطا فرمائے اور قہر الٰہی سے نجات دے اور موجودہ وآئندہ کے حالات، بربادی وتباہی اور شقاوت سے امت مرحومہ کو مامون ومحصون فرمائیں۔ آمین یارب العالمین۔

☆☆☆

۳ اپریل ۲۰۱۲ء کو گلگت میں اہل سنت والجماعت کے پرامن ہڑتال کی کال پر چند نوجوان اتحاد چوک کے پاس جمع ہوئے اچانک کسی انسان دشمن نے ان پر ایک دستی بم سے حملہ کیا اور ساتھ ہی امن وامان کے رکھوالوں نے ان بے گناہ اور معصوم لوگوں پر فائرنگ کی جس کے نتیجہ میں تین بچے شہید ہوئے اور ۶۰ زخمی ہوئے اور گلگت، نومل، سلطان آباد، وغیرہ میں مزید دس مسلمانوں کو بے دردی سے شہید کردیا گیا۔ اس کے ردعمل میں چلاس (یشوکل داس) میں ۹ مسافروں کو بے دردی سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور مقامی لوگوں نے ۳۰۰ سے زائد مسافروں کو اپنی تحویل میں لے لیا اور ان کو بحفاظت گلگت پہنچادیا گیا اور باقی ماندہ لوگوں کو بالخصوص عورتوں کو اپنے گھروں میں پناہ دی مگر افسوس صد افسوس گلگت بلتستان کے جانبدارانہ میڈیا اور بالخصوص وہ میڈیائی نمائندے جو قومی اخباروں اور ٹی وی چینلوں کے لئے رپورٹنگ کررہے ہیں، ان سب نے انتہائی جانبداری کا مظاہرہ کیا اور اہل سنت کے معصوم لوگ جو جان بحق ہوئے اور جو زخمی ہوئے انھیں مکمل نظرانداز کیا اور چلاس کے مسافروں کے بارے واویلا شروع کیا۔

ظلم کی انتہا تو یہ ہوئی کہ جنگ اور جیوٹی وی جیسے وسیع نیٹ ورک کے گلگت کے نمائندے نے جامعہ نصرۃ الاسلام کے بے گناہ طلبہ کو انتہائی دھشت گرد کہا اور لکھا اور ''سنی دھشت گردوں'' جیسے الفاظ بار بار استعمال کیے۔ اور سانحہ چلاس کا ہزار بار ذکر کیا جارہا ہے، اور ہونا بھی چاہیے مگر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ''سانحہ گلگت'' کا کہیں تذکرہ ہی نہ ہو، میڈیا کے نمائندے اور نام نہاد سیاسی ورکر یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ خون خون ہوتا ہے چاہے کہیں بھی گرے۔

سانحہ سانحہ ہوتا ہے چاہے کہیں بھی ہو۔ سانحہ چلاس میں انسانی خون اور انسانیت پر بربریت نظر آنے والوں کو کیا سانحہ گلگت نظر نہیں آتا جہاں بم کے ذریعے سات معصوم بچوں کو شہید کیا گیا اور ۴۸ لوگوں کو شدید زخمی کیا گیا۔ اور مختلف علاقوں میں بالخصوص سلطان آباد اور نگر میں معصوم لوگوں کو قتل کرنا اور ان کی لاشیں تک مسخ کرکے تلف کرنا کیا کسی سانحہ

سے کم ہے؟ پھر میڈیا اور امن کے علمبرداروں اور نام نہاد صحافیوں اور دانشوروں کو یہ تو نظر آ رہا ہے کہ نگر سے ۳۵ افراد کو کئی دنوں کے بعد فوج نے بازیاب کروایا، مگر ان کو یہ عینک لگا کر بھی نظر نہیں آتا کہ چلاس اور گوہر آباد کے علماء اور عمائدین نے ۳۰۰ سے زائد مردوں، عورتوں اور بچوں کو اپنے گھروں میں پناہ دی اور ان کو جتنی جلد ہو سکا جگلوٹ میں لا کر گلگت انتظامیہ کے باحفاظت حوالہ کیا۔ کیا میڈیا والے آندھے تھے جنھیں چلاس والوں کا یہ ایثار اور جذبہ نظر ہی نہیں آیا؟

عمائدین جرگہ نے بھی جب حکومت کے مطلوب افراد کو حکومت کے حوالہ کیا تو میڈیائی رویے پر انتہائی دکھ کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ جن لوگوں کو ہم حکومت کے حوالہ کرتے ہیں وہ تمام کے تمام بے گناہ ہیں مگر پھر بھی امن کے لیے ہم یہ قربانی بھی دینے کے لئے تیار ہیں، کیا دوسرے علاقوں سے بھی حکومت اور پاک آرمی کے ساتھ اس طرح کا تعاون کیا گیا ہے؟ ناممکن۔ اور یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ ہنزہ نگر سے جو لوگ کئی دنوں کے بعد بازیاب ہوئے ہیں انھیں پاک آرمی نے بازیاب کروایا ہے نہ کہ کسی جرگہ یا عوام نے۔ اگر انہوں نے ہی حوالہ کرنا تھا تو پہلے دن ہی حوالہ کرتے، مگر افسوس سطحی قسم کی میڈیا نے اس کا کریڈیٹ بھی کسی اور کے کھاتے میں ڈال دیا۔ صحافت کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ غیر جانبدار ہوتی ہے اور کیا غیر جانبداری اسی کا نام ہے؟

کیا میڈیا اسی کا نام ہے؟ ہم نے سانحہ کوہستان اور چلاس کی روز اول سے مذمت کی ہے، اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے تاہم اہل سنت کے ساتھ ہونے والے یک طرفہ ظلم وستم کو بھی کسی صورت برداشت نہیں کریں گے۔ کسی بھی ریاست میں پریس حالات کو بگاڑنے اور سدھارنے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے اگر پریس کے نمائندے بھی جانبداری اور یک طرفہ رپورٹنگ کریں گے تو پھر کس سے گلہ کیا جا سکتا ہے۔

بہرصورت میڈیا کو ایسے زہریلی سانپوں سے بچایا جانا چاہیے۔ ایسی کالی بھیڑیوں کے انخلاء کے بغیر میڈیا کبھی بھی درست کردار ادا نہیں کر سکتا ہے۔ میڈیا کے نمائندے بالخصوص شعبہ رپورٹنگ والوں کو انتہائی محتاط رہنا چاہیے اور خبر نگاری اور واقعہ نگاری سے کام لینا چاہیے نہ مسلکی اجارہ داری اور خواہ مخواہ کی غلط بیانی سے۔

غلط بیانی کرنے والوں کے لئے اللہ کے رسول ﷺ نے سخت وعیدیں سنائی ہیں اور ایسی افواہیں اور جھوٹ پر مبنی رپورٹنگ کرنے والے صحافی حضرات کو خدا تعالی کے عذاب شدید سے بچنا چاہیے۔ یاد رہے کہ خدا کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔

☆☆☆

اہلسنت والجماعت پر ہونے والے مظالم کے ازالے کی بجائے ظلم وستم تو یہ ہوا کہ راقم الحروف (امیر تنظیم اہل سنت والجماعت گلگت بلتستان وکوہستان، رئیس جامعہ نصرۃ الاسلام وخطیب مرکزی جامع مسجد گلگت) اور اہل سنت کے تمام سرکردہ رہنماؤں کو گرفتار کر لیا گیا۔ راقم الحروف کو دو ماہ کے لئے گھر میں نظر بند کر کے گھر کو سب جیل قرار دیا اور درجن سے زائد پولیس اہلکار اور ایک تھانیدار کو نگرانی پر مامور کیا۔ تنظیم اہل سنت والجماعت گلگت بلتستان وکوہستان کی مرکزی قیادت مولانا منیر احمد صاحب، مولانا فرمان ولی صاحب، مولانا جعفر صادق صاحب، مولانا عبداللہ

حیدری صاحب، جناب شرافت صاحب، ریٹائرڈ میجر جناب ابرار صاحب، ٹی این اے کے امیر جناب میر باز صاحب اور دیگر بے گناہ ساتھیوں کو16MPO کے تحت سب جیل جٹیال میں پابند سلاسل کیا اور ملاقاتوں پر بھی پابندی عائد کر دی گئی۔

مولانا عطاء اللہ ثاقبؔ صدر اہل سنت ضلع گلگت پہلے سے گرفتار تھے کو جوڈیشل کر کے سب جیل FC کیمپ جٹیال میں رکھا۔ چلاس سے اہلسنت کے بے گناہ علماء کرام مولانا مزمل شاہ صاحب، مولانا رضوان صاحب، مولانا محمد یاسر صاحب، قاری عبدالقیوم صاحب، شیر غازی صاحب، محمود الحسن صاحب، ظاہر شاہ صاحب، شمس الحق صاحب، عالم زیب صاحب کو انوسٹیگیشن ونگ گلگت منتقل کر کے انسداد دہشت گردی کے مقدمات قائم کئے گئے اور انھیں تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

حکومت اور جرگہ چلاس کے درمیان معاہدہ ہوا تھا کہ ان کے اوپر چلاس میں مقدمہ چلایا جائے گا تاہم حکومت اپنے کئے ہوئے معاہدے سے انحراف کر کے ان کو گلگت لا کر ظلم و ستم کا نشانہ بنا رہی ہے۔

طرفہ تماشہ یہ ہے کہ اب تک فریق ثانی کی قیادت کو گرفتار کرنے سے انتظامیہ عاجز ہے بلکہ باخبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ان کو پروٹوکول کے ساتھ رکھا جا رہا ہے۔ نام نہاد حکومت صوبائی حکومت کے مذموم ارادے اس وقت ناکام ہوئے جب عمائدین چلاس اور دیامر کے علماء نے مطلوبہ افراد کو ان کے حوالہ کیا مگر افسوس بلکہ تحیر کی بات یہ ہے کہ فورسز نگر سے ناکام لوٹی ہیں۔ تین اپریل سے اٹھائیس اپریل تک گلگت میں طویل عرصہ کرفیو رہا۔

ہم نے بمع احباب کے فورس کمانڈر سے اپنا مؤقف اور گزارشات عرض کی تھیں اور فورس کمانڈر سے امن و امان کے لئے تعاون کا وعدہ ہوا تھا جس کو ہم نے کما حقہ نبھایا۔ اس رات فورس کمانڈر کی موجودگی میں چیف سیکٹریٹری نے رابطہ کیا کہ تھلیچی کے مقام پر دیامر کے علماء کے لائے ہوئے مسافروں کو روکا گیا ہے۔ راقم نے بذریعہ موبائل فون وہاں کے نوجوانوں، علماء کرام اور نگر میں مغوی سول جج آیت اللہ کے احباب و اقارب کو مطمئن کیا اور مسافروں کا راستہ خالی کروایا۔ جگلوٹ میں علماء کرام سے مشاورت کے بعد راقم نے بذریعہ ٹیلی فونک بیان نوجوانوں کو راضی و مطمئن کر کے مسافروں کو بروقت گلگت پہنچانے کا انتظام کیا جس کا باقاعدہ حکومت نے شکریہ بھی ادا کیا۔

نگر میں اہل سنت والجماعت کے ۳۴ افراد جن میں مسافروں کے علاوہ ڈاکٹر عبدالرشید ڈی ایچ او ہنزہ نگر، جناب آیت اللہ صاحب سول جج کو اغوا کر کے یرغمال بنایا گیا اور حکومت کو جس طرح بلیک میل کرنے کی کوشش کی گئی ساری دنیا کو معلوم ہے۔ ان کے انداز سے صاف واضح ہو رہا تھا کہ یہ تو اغوا برائے تاوان ہے۔ اغوا کرنے والوں میں سے ایک نوجوان بصیر اللہ کو اٹھا کر بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔ افسوس اس بات کا ہے کہ آئی جی اصغر حسین مذہبی تعصب، ظلم و ستم اور تنگ نظری کے سرحدات عبور کئے، اپنے منصب کو ملک کی استحکام کے بجائے علاقے کے امن کو برباد کرنے کے لئے استعمال کر رہے ہیں اور اب تک اہل سنت کے قاتل گرفتار کرنے میں دانستہ لیت و لعل کر رہے ہیں۔

شہر فوج کے حوالے ہو چکا ہے مگر ان دنوں میں گیاری کا حادثہ پیش آیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی ایک نئ

آزمائش سے دوچار کر دیا ہے، اللہ خیر کرے! آمین

ان حالات کے باوجود ہم امید کرتے ہیں کہ فورس کمانڈر، کور کمانڈر اور چیف آف آرمی سٹاف جنرل کیانی اس معاملے پر بھرپور توجہ دیں گے۔ علاقے میں امن معاہدے پر عمل درآمد یقینی بنایا جائے گا۔ نام نہاد پیکج کو ختم کر کے اہل سنت کے تحفظات کا ازالہ ہوگا۔ شہداء کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچا کر ان کے ورثا کو واقعہ کوہستان کے مساوی معاوضہ یعنی فی شہید بیس لاکھ جبکہ فی زخمی کو دس لاکھ معاوضہ دیا جائے گا۔

جامعہ نصرۃ الاسلام کے بے گناہ طلبہ کی گرفتاری

جامعہ نصرۃ الاسلام و جامعہ عائشہ صدیقیہ للبنات عیدگاہ روڈ گلگت کو گلگت بلتستان پولیس، اسپیشل برانچ، ایلیٹ فورس، ایف سی، رینجرز اور آرمی کے 600 کے اہلکار نے اچانک گیرے میں لے لیا۔ ان کے ساتھ گلگت سٹی کے پانچ مجسٹریٹ، M.I (ملٹری انٹیلیجنس) اور دیگر خفیہ اداروں کے اہل کار شامل تھے۔ تبلیغی مرکز سے لیکر عیدگاہ تک اور جامعہ کے بالمقابل پہاڑوں اور عیدگاہ روڈ کو مکمل سیل کر کے رینجرز اور پولیس اہلکار چوکس کر دیے گئے اور جامعہ کے ارگرد فورس کھڑی کر کے 300 کے قریب اہلکار جامعہ نصرۃ الاسلام کی بلڈنگ میں داخل ہوئے۔ اور اساتذہ اور طلبہ کو اپنے جگہوں سے نہ ہلنے کا حکم کیا۔ فورس کے تمام اہلکاروں نے تمام اساتذہ اور طلبہ کو جامعہ کے چمن میں لا کر جمع کیا اور درسگاہوں اور رہائشی کمروں کی تلاشی لینی شروع کی۔ جامعہ کے ناظم دارالاقامہ و مطبخ جامعہ کی ذیلی شاخ جامعہ عائشہ صدیقیہ للبنات جو کہ جامعہ کے ساتھ متصل ہے میں تھے، کے پاس کچن اور اسٹور کی چابیاں تھی۔ پولیس اور رینجرز اہلکاروں کو جامعہ کی انتظامیہ نے بتایا کہ یہ ساری جامعہ کی حدود ہے لہذا آپ دومنٹ میں ناظم صاحب کو بلا سکتے ہیں مگر انہوں نے نہیں سنا اور کچن اور اسٹور کے دروازے توڑ کے تمام سامان گرا کر تلاشی لینا شروع کی۔

جامعہ کی لائبیری اور سہ ماہی نصرۃ الاسلام کی آفس میں جوتوں سمیت داخل ہوئے اور بار بار تلاشی کی اور کتابوں کو بے دردی سے گراتے رہے۔ جامعہ کے دفتر اہتمام کی اور جامعہ کے مسجد میں جوتوں سمیت داخل ہوئے اور مسجد کی دریاں تک اُٹھا کر تلاشی لی اور تمام فائلوں اور کتابوں کو الٹ پلٹ کر کے دیکھا۔ جامعہ کے شعبہ اکاؤنٹنگ کے دفتر کو بھی توڑ کر جامع تلاشی لی گئی اور شعبہ اکاؤنٹنگ کے دفتر کی چھت کی شیٹ بورڈ توڑ کر اور تمام الماریوں کے تالے توڑ کر تلاشی لے لی اور بے دردی سے سامان کو پھینکتے رہے۔ طلبہ کو صحن میں لا کر جمع کیا اور ان کے کمروں میں داخل ہو کر تمام صندوق اور بیگ توڑ کر تلاشی لی۔

کسی کو اس بات کی اجازت ہی نہیں دی کہ وہ اپنے صندوق اور بیگ کا تالہ کھول دے۔ تین گھنٹے کی مسلسل تلاشی کے بعد جب انہیں کچھ نہیں ملا تو جامعہ کے چمن میں جمع اساتذہ و طلبہ کے شناختی کارڈ چیک کرنا شروع کیا۔ اینٹیلی جنس والوں کے پاس ایک لمبی فہرست تھی اس فہرست کے مطابق چیک کرنا شروع کیا تو ان کے مطلوبہ افراد میں کوئی بھی جامعہ میں موجود نہیں تھا۔ پھر طلبہ کا داخلہ ریکارڈ مانگا تو جب جامعہ کے ناظم تعلیمات نے ان کے سامنے داخلہ ریکارڈ پیش کیا تو اس میں بھی ان کے مطلوبہ افراد کے نام نہیں تھے۔ اس کے بعد وہ بوکھلا گئے اور جن جن اساتذہ اور طلبہ کے پاس شناختی کارڈ تھے ان کو الگ کیا۔ ۱۵ سال سے کم عمر طلبہ کو الگ کیا اور 16 سے 18 تک کی عمر

کے 14 طلبہ کو صرف اس جرم میں گرفتار کر کے لے گئے کہ ان کے پاس شناختی کارڈ نہیں ہے۔ جب جامعہ کی انتظامیہ نے انہیں بتایا کہ ان کی عمریں ابھی پوری نہیں ہوئی تو ان کی ایک نہ سنی گئی۔ چار طلبہ کے شناختی کارڈ ان کے گھروں میں تھے جو کہ جامعہ کے حدود کے اندر ہی ہیں وہاں سے لانے کی بھی اجازت نہیں دی گئی۔

جامعہ نصرۃ الاسلام میں 140 طلبہ جبکہ جامعہ عائشہ صدیقیہ للبنات میں 250 رہائشی طالبات زیور تعلیم سے آراستہ ہورہے ہیں۔ جن کے قیام وطعام کا بندوبست جامعہ کررہا ہے۔ ایام کرفیو میں مسافر طلبہ وطالبات انتہائی مشکلات سے دوچار رہے۔ جامعہ میں خوراک اور پانی کی شدید قلت پیدا ہوگئی ہے۔ کئی دن پانی بالکل بند رہا۔ تمام موبائیل سروسز جام ہونے کی وجہ سے کسی کے گھر کے ساتھ بھی رابطہ نہیں ہوسکا۔ جس کی وجہ سے طلبہ وطالبات کے اہل خانہ والے سخت پریشان رہے۔ جامعہ کی انتظامیہ نے وفاق المدارس کے اعلیٰ عہدہ داروں سے رابطہ کیا اور تمام صورت حال سے آگاہ کیا۔

یاد رہے رجسٹریشن ایکٹ 2006ء حکومت اور تمام مسالک کے وفاقوں درمیان ہوا ہے اور نافذ العمل ہے اور مدارس اس پر عمل بھی کررہے ہیں، کے مطابق پاکستان کے تمام مسالک کے دینی وفاقی بورڈ اور حکومت پاکستان کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر حکومت کسی بھی وفاق سے ملحق ادارے کے بارے تشویش رکھتی ہے تو وہ متعلقہ وفاق سے رابطہ کریں تاکہ وفاق اس ادارے کے بارے میں معاملات خود سلجھائے۔ حکومت کسی بھی مدرسے کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کرے گی تاوقتیکہ وہ ٹھوس ثبوت کے ساتھ متعلقہ وفاق کو اعتماد میں نہ لے، مگر جب جامعہ نصرۃ الاسلام پر اچانک تفتیشی کاروائی شروع کی گئی تو نہ جامعہ کی انتظامیہ کو اطلاع کی گئی نہ وفاق المدارس العربیہ کو باخبر کیا گیا۔ کیا یہ قانون کی دھجیاں اڑانے کی زندہ جاوید مثال نہیں ہے؟ اگر حکومتی اہلکار خود اپنے بنائے ہوئے قوانین کی یوں دھجیاں اڑائیں گے اور جوتوں تلے روندیں گے تو عوام کیونکر ان قوانین پر عمل پیرا ہوں گے۔

جامعہ نصرۃ الاسلام کے دروازے ہر عام وخاص کے لئے کھلے ہیں۔ یہ جامعہ کی روایت رہی ہے کہ اس نے ہمیشہ حکومت کے ساتھ تعاون کیا ہے۔ حکومت احباب بلاٹوک جب چاہے مدرسے میں آجاتے ہیں اور جامعہ کی انتظامیہ نے کھل کر ان کا تعاون کیا ہے۔

مگر لگتا ہے کہ حکومت اور ان کے کارندوں کو یہ بات بھلی نہیں لگتی کہ دینی علوم کا یہ مصطفوی سلسلہ جاری وساری رہے، مگر ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ ان کی پھونکوں سے یہ چراغ بجھنے والے نہیں، دینی مدارس کو مٹانے والے مٹ گئے مگر مدارس اپنی آب وتاب کے ساتھ آج بھی قائم ودائم ہیں اور انشاء اللہ تا قیامت قائم ودائم رہیں گے۔

جامعہ نصرۃ الاسلام پر چھاپہ اور بے گناہ طلبہ کی گرفتاری پر اکابرین وفاق بالخصوص صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان، جنرل سیکریٹری مولانا قاری حنیف جالندھری، نائب صدر ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، نائب صدر مولانا انوار الحق حقانی کا اور دیگر اکابر علماء کا بالعموم شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے جامعہ میں ہونے والی غیر قانونی کاروائی اور بے گناہ طلبہ کی گرفتاری پر اہل جامعہ کے ساتھ خصوصی ہمدردی کا مظاہرہ کیا۔ خدا تعالیٰ ان کو حق کے ساتھ تادیر سلامت رکھے۔

سیرت ھادی دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

فلسفہ تبلیغ و ذرائع تبلیغ
سیرت طیبہ ﷺ کے تناظر میں

مقالہ نگار: **پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی**
صدر: شعبۂ اسلامیات، قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج لیاقت آباد کراچی
سپروائزر: ایم فل/ پی ایچ۔ڈی شعبہ قرآن والسنۃ، فیکلٹی اسلامک اسٹڈیز جامعہ کراچی، وفاقی اردو یونیورسٹی کراچی، ہائر ایجوکیشن کمیشن اسلام آباد، پاکستان

دعوت و تبلیغ کا فلسفہ و تربیت:

اسلامی نقطۂ نظر سے انسانی سعادت کا دارومدار دو چیزوں پر ہے۔ صلاح اور اصلاح یعنی خود صالح بننا اور پھر دوسروں کو صالح بنانا یا خود کمال پیدا کر کے دوسروں کو باکمال کر دینا جس کا حاصل یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات میں محض لازمی اور ذاتی نفع پر قناعت نہیں کی گئی بلکہ اس کو متعدی بنایا گیا ہے۔

پھر اس صلاح یا کامل بننے کی بنیاد بھی دو ہی چیزوں پر ہے، علم نافع اور خلق عادل، علم تو راستہ دکھلاتا ہے اور اخلاق کی طاقت اس پر چلاتی ہے۔ جس سے صلاح کی منزل مقصود سامنے آ جاتی ہے۔ اگر علم نہ ہو تو راہِ حق ہی نہیں کھل سکتی کہ چلنے کی نوبت آئے اور اگر اخلاق میں اعتدال نہ پیدا ہو جو عمل کی مخفی طاقت ہے، تو اس کھلی راہ پر چلنے کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ پس علم محض راہ ہے اور خلق محض رہروی کی طاقت اور ظاہر ہے کہ نہ محض راہ سے منزلِ مقصود آتی ہے نہ مطلقاً رفتار سے، بلکہ راہ اور رفتار پر چلنے کے اجتماع ہی میں وصول منزل کا راز پنہاں ہے، اس سے واضح ہو گیا کہ صلاح کی حقیقت تحصیل علم اور تعدیل اخلاق ہے اسی سے اصلاح کی حقیقت بھی نمایاں ہو جاتی ہے کہ وہ دوسروں کو صحیح علم پہنچانا اور ان کی اخلاقی حالت درست کرنا ہے، علم پہنچانے کو تعلیم اور تعدیل اخلاق کو تربیت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس لئے اصلاح کی تمام حقیقت تعلیم و تربیت نکل آتی ہے۔(۱)

اصلاح نفس کے حصول کا ذریعہ تو راہِ علم ہے لیکن اخلاق کی تربیت میں مجاہدہ و ریاضت ہے، اور اصلاحِ غیر کا ذریعہ دعوت و ارشاد اور تبلیغ و موعظت ہے، اس لئے تکمیل سعادت کے معنی بھی واضح ہو گئے کہ خود عالم باعمل بن کر دوسروں کو دعوت و تبلیغ کے ذریعے سے عالم و عامل بنایا جائے۔ انسان صلاح و رشد کے کتنے ہی اعلیٰ مقام پر کیوں نہ پہنچ جائے، جب تک وہ اپنی استطاعت کے مطابق یہ صلاح و رشد اپنے بھائیوں تک پہنچانے کا اہتمام نہ کرے اس وقت تک وہ ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔

یہی وجہ ہے اسلام نے جہاں اپنے پیروؤں کو خود ان کی ذاتی تہذیب و شائستگی کے لئے علم و اخلاق اور اعتقادات و اعمال کے ایک جامع پروگرام پر کاربند رہنے کا حکم دیا ہے وہیں ان کے لئے اس پروگرام کی تبلیغ و دعوت اور ارشاد و تلقین کا حکم محکم بھی صادر فرمایا ہے تا کہ ایک کے ذریعے دوسرا مہذب اور شائستہ بن سکے۔

اولاً سید الداعیین صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ثانیاً امت کے عام منصب یافتگان کو دعوت و تبلیغ الی اللہ کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ فعل دعوت الی اللہ جو صیغۂ اُدع سے مفہوم ہو رہا ہے، چونکہ متعدی فعل ہے اس لئے اسے سب سے پہلے تو فاعل کی ضرورت ہے، جسے ''داعی'' کہا جائے گا پھر مفعول کی جسے ''مدعو'' کہیں گے، اور پھر اس چیز کی جس کی طرف دعوت دی جائے جسے ''مدعوالیہ'' سے یاد کیا جائے گا۔ اس طرح اس صیغہ اُدع سے چار مقام پیدا ہو جاتے ہیں جن کی تشریح سے ہی فی الحقیقت منصب دعوت و ارشاد کی تشریح ہو سکتی ہے۔ دعوت، داعی، مدعی، مدعوالیہ۔

دعوت کا کلمہ ادع سے نکلا ہے تو ظاہر ہے کہ اُدع فعل ہے اور ہر فعل کے لئے ایک مادہ ضروری ہے جس سے وہ مشتق ہو اور بنایا جائے، ظاہر ہے کہ فعل اُدع کا یہ مادہ دعوت ہی ہے جس سے یہ صیغہ بنا ہے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ فعل ہو اور اس کا مادہ اس میں نہ ہو کہ فعل تو اس مادہ کی محض ایک صورت ہوتا ہے، اگر مادہ نہ ہو تو صورت کس چیز پر کھینچی جائے، اس لئے کلمہ اُدع سے دعوت کا نکلنا محض فنی قواعد پر ہی مبنی نہیں بلکہ عقلاً بھی ضروری ہے اور جب فعل دعوت آیت کی عبارت سے ثابت ہے تو داعی، مدعوالیہ کا ثبوت قدرتی طور پر خود بخود ہو جاتا ہے کہ کوئی داعی بغیر اپنے مخاطب مدعو کے داعی نہیں کہلایا جا سکتا۔

دعوت الی اللہ کا خطاب حق تعالیٰ کی طرف سے اوّلاً حضور ﷺ کو ہے اس لئے بدلیل تخاطب اس دعوت کے داعی اوّل (بنص آیت) حضور ﷺ ہونگے اور پھر امت کے تمام وہ افراد، دوران دعوت و تبلیغ جو آپ ؐ کے نقش قدم پر چل رہے ہوں۔

آپ ﷺ کی دعوت کسی خاص قوم یا قبیلہ کے لئے نہیں تھی، بلکہ ساری انسانیت کے لئے ہے، ارشاد ربانی ہے:

اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ الیکم جمیعاً

یعنی نبوت سارے عالم کے لئے عام ہے مدعو ساری امتیں ہوں گی اور وہ سب بلحاظ دعوتِ عامہ آپ ہی کی امت کہلائیں گی، اس لئے اصطلاحی الفاظ میں زمانہ محمدی کی تمام اقوام و ملل کے مجموعہ کو امت محمدیہ و امت دعوت کہا جاتا ہے۔

۱۔ دعوتی پروگرام کی خوبی یہ ہے کہ اس میں مدعوین تک پہنچنے کی صلاحیت ہو۔

۲۔ دعوت کی خوبی یہ ہے کہ وہ مدعو اور مخاطب کے مناسب حال ہو۔

۳۔ داعی کی خوبی یہ ہے کہ اس کا علمی اور اخلاقی معیار بلند ہو۔

۴۔ جسے دعوت دی جا رہی ہے اس کی خوبی یہ ہے کہ اس میں قبول حق کا جذبہ موجزن ہو۔

فروغ اسلام کے اسباب و ذرائع:

اسلام دنیا میں کس طرح پھیلا؟ مستشرقین نے الزام لگایا کہ تلوار کے ذریعہ پھیلا کسی نے کہا صوفیاء کے ذریعہ پھیلا کسی نے کہا مسلمان ایک سے زیادہ شادیاں کرتے ہیں اس لئے مسلمان زیادہ ہو گئے جتنے منہ اتنی باتیں حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے فروغ میں بنیادی نکتہ اس کی حقانیت اور نصرت الٰہی ہے، البتہ مختلف ایام و حالات میں

مختلف ظاہری عوامل اس کے فروغ کا سبب بنے ہیں، جس میں سے کچھ اسباب ذیل میں زیر بحث آئیں گے۔ لیکن یہ بات واضح ہے کہ اسلام میں ہر مسلمان مبلغ ہے، یہاں عیسائی مشنریز کی طرح نہ تو ادارے بنے ہیں نہ آئین بنا ہے، نہ فنڈ ہے، اسلام میں اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان کسی پوپ کا تصور موجود نہیں ہے، ہر انسان از خود کلمہ پڑھ کر بغیر کسی مولوی کی مدد کے مسلمان بن سکتا ہے۔ دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح کر سکتا ہے تنہائی میں اپنے رب سے گناہ بخشوا سکتا ہے، اولاد کو کسی سے بپتسمہ دلوانے کی ضرورت نہیں انتقال ہو جائے تو بغیر کسی مولوی کے از خود جنازہ اور کفن دفن کیا جا سکتا ہے حتیٰ کہ ان تمام امور زندگی اور عبادات کو مساجد میں جائے بغیر بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔

اسلام میں ہر عاقل بالغ جملہ امور کا مکلّف ہے، خواہ مرد ہو یا عورت، یہی وجہ ہے مردوں کی طرح خواتین بھی مبلغہ ہوتی ہیں اور خواتین کے ذریعہ بہت سے مرد و خواتین دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ تبلیغی جماعت میں مردوں کی طرح خواتین کی جماعتیں بھی تبلیغ کے لئے نکلتی ہیں۔

تبلیغ خفیہ بھی کی جاتی ہے اور علی الاعلان بھی عہد نبوی ﷺ سے آج تک دونوں طریقے زمانہ و حالات کی مناسبت سے جاری ہیں۔

اسی طرح تبلیغ زبان و عمل کے ساتھ جدید میڈیا کے ذرائع اخبارات، رسائل، ریڈیو، ٹی وی، آڈیو، ویڈیو انٹرنیٹ اور ویب سائٹ وغیرہ کے ذریعہ کی جاتی ہے اور تبلیغ کا ذریعہ تصنیف و تالیف بھی ہے۔

۱۔ اسلامی تعلیمات: اسلام کے فروغ کا بنیادی سبب اس کی تعلیمات ہیں جس کا پہلا بنیادی نکتہ مساوات ہے، یعنی ہر مسلم خواہ مرد ہو یا عورت گورا ہو یا کالا، غریب ہو یا امیر سب برابر ہیں، فضیلت صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔

دوسرا نکتہ سادگی ہے، یعنی اسلام کے بنیادی ارکان بہت سادہ ہیں بنیادی عقائد بہت سادہ ہیں عیسائیت کی طرح تین میں ایک یا ایک میں تین کی طرح کوئی فلسفیانہ عقیدہ نہیں ہے، جو شخص مسلمان ہوتا ہے، وہ اسلام لانے کے بعد سوائے حقوق العباد کی ادائیگی تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے، اس کا ماضی قابل ملامت نہیں رہتا، جیسے وحشی کا آپ ﷺ کے چچا کو قتل کرنے کا عمل یا خالد بن ولیدؓ کی جانب سے غزوہ احد میں مسلمانوں کو شکست دینا یا ابو سفیان کا حملہ آور ہونا اسلام قبول کرنے کے بعد قابل ملامت نہیں رہا۔ اس طرح انسان کو نئی زندگی گزارنے کا موقع ملتا ہے۔

تیسرا نکتہ یہ ہے کہ اسلام کے احکامات سادہ اور عقل کے مطابق ہیں۔

چوتھا نکتہ عبادات کی سادگی ہے، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ایسے اُمور ہیں جن کا منظر دیکھ کر بہت سے لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں۔

۲۔ ان عبادات میں نظم: مساوات، یکجہتی اور ایثار و قربانی متاثر کن ہے چند سال قبل کی بات ہے ایک مسلم ملک کی حج کوریج کے لئے آنے والی ٹیم کے ایک ممبر اس منظر کو فلماتے ہوئے مسلمان ہو گئے، اسلام میں کوئی کام مخفی نہیں، ظاہر و باطن یکساں ہے اس مذہب پر عمل کرنا بھی آسان ہے۔

۳۔ جہاد: اس میں کوئی شک نہیں فروغ اسلام کا ایک سبب جہاد بھی ہے، لیکن جہاد میں مذہبی جبر نہیں

ورنہ کوئی مغلوب فرد یا قوم غیر مسلم نہیں رہتی، بلکہ جہاد تو شیطانی قوتوں کو شکست دینے کے لئے ہے، قرآن کریم نے جہاد کی حلت بیان کرتے ہوئے کہا ہے تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ کمزوروں اور مظلوموں کے دفاع کے لئے نہیں لڑتے یہ کمزور یہودی بھی ہو سکتے ہیں، عیسائی بھی، ہندو بھی، ہو سکتے ہیں اور مسلمان بھی، گویا جہاد لوگوں کو زبردستی اسلام میں لانے کے لئے نہیں ہیں، بلکہ اسلام لانے کے لئے ان کو آزاد فضا و ماحول میسر کرتا ہے۔ افریقہ کی بربر قوم کو جہاد کے ذریعہ مسخر کیا گیا لیکن وہ بہت سرکش قوم تھی متعدد مرتبہ مرتد ہوئی پھر دائرہ اسلام میں آئی آج مسلمانوں کے ہراول دستہ میں شامل ہے۔

٤۔ سیاحت و ھجرت: بہت سے افراد نے اسلام کو فروغ دینے کے لئے آبائی علاقے چھوڑ کر اجنبی علاقوں کا رخ کیا، مختصر اور طویل وقت وہاں گزارا شادیاں کیں، مقامی زبانیں سیکھیں اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دی، چین میں ایک شخص کو گرفتار کیا گیا اور بادشاہ کے سامنے اس الزام کے ساتھ پیش کیا گیا کہ دس سال سے چین کے ایک شہر سے دوسرے شہر گھومتا رہا ہے اور مقامی و اجنبی زبان میں کتابیں لکھتا رہا ہے، یہ مسلم سیاح لوگوں میں اسلام کو فروغ دے رہا تھا۔

اسی طرح ہجرت کبھی معاش کے حصول کے لئے کبھی شادی کے لئے اور کبھی اپنے مذہب کو بچانے کے لئے کی گئی اور مسلمان مہاجر جس شہر میں جا کر آباد ہوئے وہیں اسلام کے فروغ کا سبب بن گئے، خود حج بھی مختصر ہجرت ہے، حاجی جس جس علاقہ سے گزرتے تھے، لوگوں کو اسلام اور اس کی تعلیمات سے آگاہ کرتے جاتے تھے۔

٥۔ بچوں کی کفالت: فروغ اسلام کا ایک سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان غیر مسلم بچوں کو اپنی زیر کفالت لے لیا کرتے اور اسلام کے مطابق ان کی تربیت کرتے تھے، چین اور بنگلہ دیش میں یہ رواج رہا ہے کہ قحط سالی اور آفات میں مسلمان غیر مسلم والدین سے ان کے بچوں کو خرید لیتے یا گود لے لیتے، پھر ان کی اسلام کے مطابق تربیت کیا کرتے تھے یا کسی عام تباہی میں بچنے والے یتیم بچوں کو اپنی زیر کفالت لے لیتے تھے۔ اس لئے کہ یتیم کی کفالت و تربیت کا بہت اجر و ثواب ہے۔

٦۔ علماء کرام: علماء انبیاء کے وارث ہیں، انبیاء کے مقاصد بعثت میں تبلیغ شامل ہے۔ علماء علوم انبیاء کے ترجمان اور وارث ہیں، جنہوں نے تقریر تصنیف تدریس ہر زاویے سے اسلام کو فروغ دیا۔

٧۔ صوفیاء کرام: صوفیاء کرام میں بھی بے شمار علماء تھے جنہوں نے لوگوں کی ظاہری اصلاح کے ساتھ روحانی و باطنی اصلاح پر توجہ دی اور ریاضت و مجاہدات کے ذریعہ روحانیت کو طاقت ور کیا، برصغیر جہاں بدھ مت و ہندومت کا رواج تھا اور وہ روحانیت کے علمبردار تھے، ان کا روحانیت و کرامات سے جواب دے کر اسلام کو فروغ دیا اور ان قوتوں کو اسلام کے آگے جھکایا۔

٨۔ حکمراں: حکومت عوام پر اثر انداز ہونے کا اہم ذریعہ ہے، مسلمانوں نے جہاں اپنی حکومت قائم کی وہاں غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی دی گئی، غیر مسلموں نے آزاد ماحول میں غور و خوض کیا اور دائرہ اسلام میں آ گئے۔

٩۔ غلاموں کی آزادی: اسلام نے غلامی کو عالمی قوانین و رواج کے تحت قبول کیا تھا، لیکن غلامی کو پسند نہیں کیا، بلکہ غلاموں کو آزاد کرنے کے فضائل بیان کئے اور غلامی کے خاتمہ کے لئے مختلف احکام دیئے،

مسلمانوں کی ملکیت میں غلام مرد وخواتین اسلام سے متاثر ہو کر مسلمان ہو جایا کرتے تھے۔ خود مسلمان بھی اسلام لانے والے غلاموں کو آزاد کر دیا کرتے تھے، لونڈیوں کو آزاد کر کے ان سے شادیاں کر لیا کرتے تھے۔

۱۰۔ دینی مدارس: اسلامی علوم کی تدریس کے لئے قائم اداروں کو مدارس کہا جاتا ہے۔ جہاں مسلمان اسلام کی مکمل اور صحیح تعلیم حاصل کرتے ہیں، غیر مسلم اسلام قبول کر کے مبلغ اسلام بنتے ہیں۔ مدارس عموماً مساجد کے ساتھ ہوتے ہیں، جہاں سے تبلیغ ورہنمائی کے فرائض انجام دیئے جاتے ہیں، ان مدارس سے تعلیم حاصل کرنے والے اپنے اپنے علاقہ میں نہ صرف مسلمانوں کی مذہبی تربیت کرتے ہیں، بلکہ غیر مسلموں کو بھی دائرہ اسلام میں لانے کے لئے کوشش کرتے ہیں، اسلامی تعلیمات کے مطابق تدریس، تقریر، تبلیغ وتصانیف کے ذریعہ اپنے فرائض تبلیغ ادا کرتے ہیں۔

۱۱۔ تبلیغ: اسلام کا فروغ رضا کارانہ تبلیغ کے ذریعہ ہوا، پورا نڈغاسگر ایک فرد کی تبلیغ سے دائرہ اسلام میں شامل ہو گیا، بعض ادوار میں اجتماعی تبلیغی فرائض انجام دینے کے لئے تنظیمیں وجود میں آتی رہیں، جن میں سے ایک عالمی تنظیم ''تبلیغی جماعت'' بھی ہے گو کہ ان کی زیادہ توجہ غیر مسلموں کو تبلیغ کے بجائے خود مسلمانوں کی اصلاح پر ہے۔

۱۲۔ شادیاں: اسلام کے فروغ کا ایک سبب کثرت ازدواج کو بھی بیان کیا گیا ہے، یعنی ایک مسلمان چار شادیاں کر سکتا ہے، ہر بیوی سے اولاد ہوتی ہیں، اس طرح بڑا خاندان وجود میں آتا ہے۔ آسمانی مذاہب کی پیروکار خواتین سے شادی کی اجازت ہے، لہٰذا مسلمان جن خواتین سے شادی کرتے ہیں، وہ یا تو خود مسلمان ہو جاتی ہیں یا کم از کم ان کی اولادیں مسلمان ہوتی ہیں خاتون اور ان کے خاندان کو بھی اسلام سے آگاہی کا موقع ملتا ہے، جو غیر مسلم مرد مسلمان خاتون سے شادی کرنا چاہتا ہے، اسے اسلام قبول کرنا پڑتا ہے، خود آپ ﷺ نے بھی تبلیغی حکمت علمی کے تحت متعدد قبائل وقوموں کی خواتین سے شادیاں کیں جو مختلف قبائل وخاندانوں کو اسلام کے قریب لانے کا ذریعہ بنیں۔

۱۳۔ قید: قیدیوں کے ذریعہ بھی اسلام کو فروغ حاصل ہوا، قرآن کریم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے جیل میں لوگوں کو دین کی دعوت دینے کا ذکر کیا ہے۔

مجدد الف ثانیؒ نے شاہجہاں کے دور میں قید خانہ سے لوگوں کو تبلیغ کی ابن تیمیہؒ نے جیل میں تبلیغ کی شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ دیوبندی نے کالا پانی کے قید خانہ میں تصنیف وتالیف کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ کی۔ آج مغربی ممالک کے قید خانوں میں بے شمار قیدی مسلمان قیدیوں اور مسلمان مبلغین کے ذریعہ اسلام قبول کر کے بہتر انسان بن چکے ہیں۔

۱٤۔ تاجر: اسلام کے فروغ میں عرب تاجروں نے نمایاں رول ادا کیا ہے، یہ تاجر دنیاوی منافع کے ساتھ اخروی اجر وثواب بھی کماتے تھے، بہت سے تاجروں نے اجنبی سرزمین میں مستقل قیام کر لیا وہیں شادی کر کے مقامی زبانیں سیکھیں، اپنا مال اثر ورسوخ استعمال کیا اور پورے پورے شہر کو مسلمان کر لیا۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ محمد طیب مولانا قاری، اصول دعوت اسلام، ادارہ علوم شرعیہ آفندی منزل آرام باغ کراچی، ص/ ۷۔۸

سیر الصحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین 〈حصہ اوّل〉

خلیفۂ ثانی
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات زندگی

مقالہ نگار: مولانا ظہیر احمد، رفیق شعبہ تصنیف وتالیف، جامعہ نصرۃ الاسلام گلگت

نام و نسب: سلسلہ نسب یہ ہے، عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن زراع بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر بن مالک (۱)

خلیفہ اول حضرت عمرؓ کا سن ولادت: اسامہ بن زید بن اسلمؒ نے اپنے باپ دادا سے روایت کی کہ میں نے عمر بن الخطابؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ میری ولادت دوسرے فجار اعظم سے چار سال قبل ہوئی تھی۔ (فجار وہ دن کہلاتا ہے جس میں قریش اور قیس بن غیلان میں جنگ ہوئی تھی) اور نبوت کے چھٹے سال ذی الحجہ میں بعمر ۲۶ سال اسلام لائے۔ عبداللہ بن عمرؓ کہا کرتے تھے کہ عمرؓ جب اسلام لائے میں چھ سال کا تھا۔ (۲)

رسول اکرم ﷺ کی دعاء: ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی کہ اے اللہ ان دو میں سے جو تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہو، اسلام کو عزت دے عمر ابن الخطاب یا عمر ابن ہشام سے، ان دونوں میں اس کے نزدیک محبوب تر عمر ابن الخطاب تھے۔ سعد بن المسیبؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرؓ بن الخطاب یا ابوجہل بن ہشام کو دیکھتے تو فرماتے کہ اے اللہ ان دونوں میں سے جو تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہو، اس سے اپنے دین کو قوت دے، اس نے عمر بن الخطاب سے اپنے دین کو قوت دی (۳)

حضرت عمرؓ کا قبول اسلام: انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ عمرؓ تلوار لٹکائے ہوئے نکلے، بنی زہرہ کا ایک شخص ملا تو اس نے کہا کہ اے عمرؓ کہاں کا قصد کیا ہے، انہوں نے کہا کہ محمد (ﷺ) کے قتل کرنے کا ارادہ ہے۔ اس نے کہا کہ محمد ﷺ کو قتل کر کے بنی ہاشم و بنی زہرہ میں تمہیں کیسے امن ملے گا۔ عمرؓ نے کہا کہ میں تمہیں سوائے اس کے نہیں سمجھتا کہ تم پھر گئے اور اپنا وہ دین چھوڑ دیا ہے جس پر تم تھے، اس شخص نے کہا کہ اے عمرؓ میں تمہیں ایک تعجب خیز بات نہ بتاؤں کہ تمہارے بہنوئی اور بہن برگشتہ ہو گئے اور انہوں نے وہ دین ترک کر دیا جس پر تم ہو...... عمرؓ ان لوگوں کے پاس آئے مہاجرین میں سے ایک شخص تھے جن کا نام خبابؓ تھا، خبابؓ نے عمر کی آہٹ سنی تو کوٹھری میں چھپ گئے۔ عمرؓ ان دونوں کے پاس آئے اور کہا کہ یہ گنگناہٹ کیا تھی جو میں نے تمہارے پاس سے سنی اس وقت وہ لوگ سورۃ طٰہٰ پڑھ رہے تھے۔ دونوں نے کہا کہ سوائے ایک بات جو ہم لوگ آپس میں بیان کر رہے تھے اور کچھ نہ تھا۔ عمرؓ نے کہا کہ شاید تم دونوں دین (شرک) سے برگشتہ ہو گئے، ان کے بہنوئی نے کہا اے عمرؓ تم نے کبھی غور کیا کہ اگر حق تمہارے دین میں نہ ہو۔ عمرؓ نے اپنے بہنوئی پر حملہ کر دیا اور سختی سے روند ڈالا، بہن آئیں اور انہوں نے

ان کو شوہر سے علیحدہ کیا۔ عمرؓ نے ان کو ہاتھ سے ایسا دھکیلا کہ چہرے سے خون نکل آیا، انہوں نے غضب ناک ہو کر کہا کہ اے عمر! اگر حق تمہارے دین میں نہ ہو تو میں گواہی دیتی ہوں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

جب عمرؓ مایوس ہو گئے کہا کہ یہ کتاب جو تمہارے پاس ہے مجھے دو کہ میں اس سے پڑھوں، عمرؓ کتاب پڑھنے لگے تو ان کی بہن نے کہا کہ "اسے سوائے پاک لوگوں کے کوئی نہیں چھو سکتا" عمرؓ نے اُٹھ کر وضو کیا اور سورۃ طٰہٰ سے "اننی انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدنی و اقم الصلوٰۃ لذکری" (میں ہی اللہ ہوں کہ سوائے میرے کوئی معبود نہیں، میری عبادت کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر) پڑھ لیا۔ عمرؓ نے کہا مجھے محمد ﷺ کا راستہ دکھاؤ۔

حضرت عمرؓ کی رسول اللہ کی خدمت میں روانگی: یہ سن کر خبابؓ کوٹھری سے نکل آئے اور کہا کہ عمرؓ تمہیں خوش خبری ہو، میں امید کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پنج شنبہ کی دعا تمہارے لیے ہی قبول ہوئی۔ (اللہم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او بعمرو بن ہشام یعنی اے اللہ اسلام کو عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام سے عزت دے) رسول اللہ ﷺ اس مکان میں تھے جو کوہ صفا کے دامن میں تھا، عمرؓ اس مکان میں آئے، دروازے پر حضرت حمزہؓ، حضرت طلحہؓ اور چند اصحاب رسول ﷺ تھے، جب حمزہؓ نے دیکھا کہ یہ قوم تو عمرؓ سے ڈر گئی۔ حمزہؓ نے فرمایا "اچھا یہ عمر ہیں اگر اللہ کو عمر کے ساتھ خیر منظور ہو گی تو وہ اسلام لائیں گے اور نبیؐ کی پیروی کریں گے اور اگر وہ اس کے سوا اور ارادہ کریں گے تو ہمیں ان کا قتل کر دینا آسان ہو گا" اور بعض کتب سیرت اور تاریخ میں یہ مرقوم ہے کہ "حضرت عمرؓ نے اندر قدم رکھا تو رسول اللہ خود آگے بڑھے اور ان کا دامن پکڑ کر فرمایا "کیوں عمر، کس ارادہ سے آئے ہو؟" نبوت کی پُر رعب آواز نے ان کو کپکپا دیا، نہایت خضوع کے ساتھ عرض کی کہ "ایمان لانے کے لیے" آنحضرت ﷺ بے ساختہ اللہ اکبر پکار اٹھے اور ساتھ تمام صحابہؓ نے ملکر زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ مکہ کی تمام پہاڑیاں گونج اُٹھیں (۴)

بیت اللہ میں علانیہ عبادت: محمد بن عبید نے اپنی حدیث میں کہا کہ ہم نے اپنے کو اس حالت میں دیکھا کہ عمرؓ کے اسلام لانے تک بیت اللہ میں نماز پڑھنے کی استطاعت نہ تھی، جب عمرؓ اسلام لائے تو انہوں نے لوگوں سے جنگ کی، یہاں تک کہ ان لوگوں نے ہمیں نماز کے لئے چھوڑ دیا۔ قاسم بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ عمرؓ کا اسلام لانا فتح تھی، ہم نے اپنی وہ حالت دیکھی ہے کہ کہ عمرؓ کے اسلام لانے تک ہم لوگ بیت اللہ میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے، جب عمرؓ اسلام لائے تو انہوں نے لوگوں سے جنگ کی یہاں تک کہ ان لوگوں نے ہمیں چھوڑ دیا اور ہم نے بیت اللہ میں نماز پڑھی (۵)

فاروق کا لقب: ایوب بن موسیٰ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ نے حق کو عمرؓ کے قلب و زبان پر کیا ہے اور وہ فاروق ہیں کہ اللہ نے ان کے ذریعے سے حق و باطل میں فرق کر دیا، ابی عمر بن ذکوان سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ عمرؓ کا نام فاروق کس نے رکھا تو انہوں نے کہا کہ نبی علیہ السلام نے (۶)۔

حضرت عمر فاروقؓ کی ہجرت: اہل قریش اایک مدت تک آنحضرت ﷺ کی دعوت نبوت کو

لاپرواہی کی نگاہ سے دیکھتے رہے لیکن اسلام کا جس قدر شیوع ہوتا جاتا تھا ان کی بے پروائی غصہ اور ناراضی سے بدلتی جاتی تھی یہاں تک کہ جب ایک جماعت کثیر اسلام کے حلقے میں آ گئی تو قریش نے زور اور قوت کے ساتھ اسلام کو مٹا دینا چاہا، حضرت ابوطالب کی زندگی تک تو اعلانیہ کچھ نہ کر سکے لیکن ان کے انتقال کے بعد کفار ہر طرف سے اٹھ کھڑے ہوئے اور جس جس مسلمان پر قابو ملا اس طرح ستانا شروع کیا کہ اگر اسلام کے جوش کا اثر نہ ہوتا تو ایک شخص بھی اسلام پر ثابت قدم نہ رہ سکتا، یہ حالت پانچ چھ برس تک رہی اور یہ زمانہ اس سختی سے گزرا کہ اس کی تفصیل ایک نہایت درد انگیز داستان ہے۔ اسی اثنا میں مدینہ منورہ کے ایک معزز گروہ نے اسلام قبول کر لیا تھا، اس لیے آپ ﷺ نے حکم دیا کہ جن لوگوں کو کفار کے ستم سے نجات نہیں مل سکتی وہ مدینہ کو ہجرت کر جائیں۔ سب سے پہلے ابوسلمہ عبداللہ بن اشہل پھر حضرت بلال مؤذن اور عمار بن یاسر نے ہجرت کی۔ ان کے بعد حضرت عمر نے بیس (۲۰) آدمیوں کے ساتھ مدینہ کا قصد کیا۔ صحیح بخاری میں بیس کا عدد مذکور ہے لیکن ناموں کی تفصیل نہیں ہے، ابن ہشام نے بعضوں کے نام لکھے اور وہ یہ ہیں۔ زید بن خطاب، سعید بن زید بن خطاب، خنیس بن حذافہ سہمی، عمر بن سراقہ، عبداللہ بن سراقہ، واقد بن عبداللہ تیمی، خولی بن ابی خولی، مالک بن ابی خولی، ایاس بن بکیر، عاقل بن بکیر۔ ان میں سے زید حضرت عمر کے بھائی، سعید بھتیجے، خنیس داماد اور باقی دوست احباب تھے (۷)۔

مہاجرین و انصار میں اخوت اور حضرت عمر کے اسلامی بھائی: مدینہ پہنچ کر نبی کریم ﷺ نے مہاجرین و انصار میں بھائی بندی اور اخوت کا معاملہ طے فرمایا، جس کا مقصد مدینہ میں مہاجرین کے لئے رہنے سہنے کا انتظام کرنا تھا، اس بھائی بندی کی صورت یہ ہوئی کہ جو مہاجر جس انصاری کا بھائی بن جاتا ہے انصاری اس کو اپنی جائیداد، مال اسباب، نقدی تمام چیزوں میں آدھا آدھا بانٹ دیتا تھا۔ حضرت عمر کو جس کا بھائی قرار دیا ان کا نام عتبان بن مالک تھا جو قبیلہ بنو سالم کے سردار تھے۔ (۸)

حضرت عمر کی خلافت: حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جب میرے والد کی علالت میں شدت ہوئی تو ان کے پاس فلاں فلاں شخص آئے اور کہا کہ اے خلیفہ رسول اللہ، آپ کل جب اپنے رب سے ملیں گے کہ آپ نے ہم پر ابن خطاب (جیسے تیز مزاج شخص کو) خلیفہ بنایا ہے، انہوں نے کہا کہ مجھے بٹھا دو، جب بیٹھ گئے تو فرمایا کہ کیا تم لوگ مجھے اللہ سے ڈراتے ہو، میں جب اللہ سے ملونگا تو میں کہونگا کہ میں نے ان پر اس شخص کو خلیفہ بنا یا جو ان سب سے بہتر تھا۔ محمد بن حمزہ بن عمرو نے اپنے والد سے روایت کی کہ ابوبکر صدیق کی وفات ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳ ہجری بروز سہ شنبہ سر شام ہوئی۔ عمر نے ابوبکر کی وفات کے روز سہ شنبے کی صبح کو خلافت قبول کی۔ (۹)

خلافت میں اشاعت اسلام کے لئے خدمات: اب یہ دیکھنا ہے کہ انعقاد خلافت کے بعد ایام خلافت میں کونسی خدمات انجام دیں اس سلسلے میں سب سے پہلے عملی انتظام کا مطالعہ کیجئے۔ عملی انتظامات جو حضرت عمر نے قائم کئے مختصر بیان کئے جاتے ہیں۔

۱۔ اماموں اور مؤذنوں کا تقرر: ہر شہر و قصبہ میں امام و مؤذن مقرر کئے اور بیت المال سے ان کی تنخواہیں مقرر کیں۔ مؤطا امام محمد سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد نبوی میں صفوں کے درست کرنے کے لئے خاص اشخاص مقرر

تھے۔(۱۰) حج کے موقع پر اس کام پر لوگ مامور ہوتے تھے کہ حاجیوں کو مقام منیٰ میں عقبہ کے پاس پہنچا آئیں، (۱۱) یہ اس غرض سے کہ اکثر لوگ ناواقفیت سے عقبہ کے اسی طرف ٹھہر جاتے تھے حالانکہ وہاں ٹھہرنا مناسک حج میں محسوب نہ تھا۔

۲۔ حاجیوں کی قافلہ سالاری: چونکہ عہد خلافت میں متصل دس حج کئے اس لئے امیر حج ہمیشہ خود ہوتے تھے اور حجاج کی خبر گیری کی خدمت خود انجام دیتے تھے۔

۳۔ مساجد کی تعمیر: تمام مفتوحہ ممالک میں نہایت کثرت سے مسجدیں تیار کرائیں، ابوموسیٰ اشعریؓ کو جو کوفہ کے حاکم تھے لکھا کہ بصرہ میں ایک جامع مسجد اور باقی ہر قبیلہ کے لئے الگ الگ مسجدیں تعمیر کی جائیں۔ سعد بن ابی وقاصؓ کو عمرو بن عاصؓ کو بھی اسی قسم کے احکامات بھیجے، شام کے تمام عمال کو لکھا کہ ہر ہر شہر میں ایک ایک مسجد تعمیر کی جائے، چناچہ یہ مسجدیں آج بھی جوامع عمری کے نام سے مشہور ہیں۔ ایک جامع عمری بیروت میں واقع ہے، راقم کو بھی نماز ادا کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ محدث جمال الدین نے روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں چار ہزار مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ (۱۲)

اور لطف یہ ہے کہ باوجود کمال عداوت کے مؤلفین امامیہ کو بھی اعتراف ہے، چنانچہ عبدالکریم مشتاق ذکاء الاذہان میں جواب ۵۹۲ کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ "عام طور پر مشہور ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ حکومت میں چار ہزار کے قریب مساجد تعمیر کی گئیں (۱۳)

۴۔ حرم محترم کی وسعت: حرم محترم کی عمارت کو وسعت دی اور اسکی زیب وزینت پر توجہ کی اس کی تفصیل یہ ہے کہ اسلام کو جو روز افزوں وسعت تھی اس کے لحاظ سے حرم محترم کی عمارت کافی نہ تھی اس لئے ۱۷ ہجری میں گرد و پیش کے مکانات مول لے کر ڈھا دیئے اور ان کی زمین حرم کے صحن میں شامل کر دی اس زمانے تک حرم کے گرد کوئی دیوار نہ تھی اور اس لئے اس کی حد عام مکانات سے ممتاز نہ تھی، حضرت عمرؓ نے احاط کی دیوار کھنچوائی اور اس سے یہ کام بھی لیا کہ اس پر غلاف اگرچہ ہمیشہ سے چڑھایا جاتا تھا، چنانچہ جاہلیت میں بھی نطع کا غلاف چڑھایا جاتے تھے لیکن حضرت عمرؓ نے قبطی کا بنوایا جو نہایت عمدہ قسم کا کپڑا ہوتا تھا اور مصر میں بنایا جاتا ہے، حرم کی حدود سے (جو کسی طرف سے تین میل اور کسی طرف سے سات میل اور نو میل ہیں) چونکہ بہت سے شرعی احکام متعلق ہیں، چنانچہ اسی غرض سے ہر طرف پتھر کھڑے کر دیئے گئے تھے جو انصاف حرم کہلاتے تھے اس لئے حضرت عمرؓ نے ۱۷ ہجری کو نہایت اہتمام واحتیاط سے اس کی تجدید کی، صحابہؓ میں سے جو لوگ حدود حرم کے پورے واقف کار تھے یعنی مخرمہ بن نوفل، ازہر بن عبد عوف، خویطیب بن عبد العزیٰ، سعید بن یر موع کو اس کام پر مامور کیا اور نہایت جانچ کے ساتھ پتھر نصب کئے گئے۔

۵۔ مسجد نبویؐ کی وسعت اور مرمت: اسی طرح مسجد نبویؐ کو بھی نہایت وسعت اور رونق دی۔ آنحضرت کے عہد میں جو عمارت تیار ہوئی تھی وہ اس عہد کے لئے کافی تھی، لیکن مدینہ کی آبادی روز بروز ترقی کرتی جاتی تھی اور اس وجہ سے نمازیوں کی تعداد بڑھتی جاتی تھی۔ ۱۷ ہجری میں حضرت عمرؓ نے اس کو وسیع کرنا چاہا، گرد و پیش کے تمام مکانات قیمت دے کر خرید لئے۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ میں بلا قیمت عامہ مسلمین کے

لئے دے دیتا ہوں، غرض ازواج مطہرات کے مکانات کو چھوڑ کر جس قدر عمارتیں تھیں ڈھا کر مسجد کو وسعت دی گئی۔ پہلے طول سو (۱۰۰) گز تھا انہوں نے ایک سو چالیس (۱۴۰) گز کر دیا۔ اسی طرح عرض میں، جس طرح ستون وغیرہ لکڑی کے تھے اسی طرح رہے، حضرت عمرؓ نے مسجد کی تجدید کے ساتھ ایک گوشہ میں ایک چبوترہ بھی بنوایا اور لوگوں سے کہا کہ جس کو بات چیت کرنی ہو یا شعر پڑھنا ہو اس کے لئے یہ جگہ ہے۔ (۱۴)

٦۔ مسجد میں فرش اور روشنی کا انتظام: حضرت عمرؓ کی اجازت سے تمیم داری نے مسجد میں چراغ جلائے، حضرت عمرؓ نے مسجد میں خوشبو اور بخور کا بھی انتظام کیا، جس کی ابتداء یوں ہوئی کہ ایک دفعہ مال غنیمت میں عود کا ایک بنڈل آیا حضرت عمرؓ نے مسلمانوں میں تقسیم کرنا چاہا لیکن وہ کافی نہ تھا، حکم دیا کہ وہ مسجد میں صرف کیا جائے کہ تمام مسلمانوں کے کام آئے، چنانچہ موذن کے حوالے کیا۔ وہ ہمیشہ جمعہ کے دن انگیٹھی میں جلا کر نمازیوں کے سامنے پھرتا تھا۔ فرش کا انتظام بھی سب سے پہلے حضرت عمرؓ ہی نے کیا لیکن یہ کوئی پر تکلف قالین اور شطرنجی کا فرش نہ تھا بلکہ اسلام کی سادگی یہاں بھی قائم تھی یعنی چٹائی کا فرش تھا جس سے مقصود یہ تھا کہ نمازیوں کے کپڑے گرد و غبار اور خاک سے آلودہ نہ ہوں۔ (۱۵) (جاری۔۔۔۔۔۔)

حواشی و حوالہ جات

(۱) علامہ شبلی نعمانی، الفاروق، ص/۴۷، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور

(۲) ابن سعد، طبقات، ج/۳، ص/۵۹، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی

(۳) ابن سعد، طبقات، ج/۳، ص/۵۶تا۵۷، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی

(۴) علامہ شبلی نعمانی، الفاروق، ص/۵۵ بحوالہ انساب الاشراب، اسد الغابہ و کامل ابن اثیر وغیرہ

(۵) ابن سعد، طبقات، ج/۳، ص/۵۹، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی

(٦) ابن سعد، طبقات، ج/۳، ص/۹۵تا۶۰، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی

(۷) علامہ شبلی نعمانی، الفاروق، ص/۵٦تا۵۷، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور

(۸) علامہ شبلی نعمانی، الفاروق، ص/۵۷، بحوالہ سیرت ابن ہشام، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور

(۹) ابن سعد، طبقات، ج/۳، ص/٦٦، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی

(۱۰) علامہ شبلی نعمانی، الفاروق، ص/۲۷۴ بحوالہ موطا امام محمد ص/٦۸۲، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور

(۱۱) علامہ شبلی نعمانی، الفاروق، ص/۲۷۴ بحوالہ موطا امام مالک ص/۱۴۰، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور

(۱۲) علامہ شبلی نعمانی، الفاروق، ص/۲۷۴، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور

(۱۳) عبد الکریم مشتاق، ذکاء الاذہان، ص/۳٦۸، مطبوعہ رحمت اللہ بک ایجنسی کھارادر کراچی

(۱۴) علامہ شبلی نعمانی، الفاروق، ص/۲۷۵ بحوالہ الاحکام السلطانیہ للماوردی ص/۱۵۴، فتوح البلدان، ص/۴٦ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور

(۱۵) علامہ شبلی نعمانی، الفاروق، ص/۲۷۵تا۲۷٦، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور

حمد و نعت　　　　　　　　از: قاری محمد طیب رحمہ اللہ

نعت نبی اکرم ﷺ

حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کی کہی ہوئی یہ ’’ نعت نبیؐ ‘‘ آج کے پُرالم مسلمان کی داستان حیات ہے، اللہ تعالیٰ نے اس نعتِ رسول مقبول ﷺ کو بے حد مقبولیت عطاء فرمائی ہے۔ اگر موجودہ حالات کا بغور جائزہ لیتے ہوئے اس نعت نبیؐ کو محبت وعقیدت سے پڑھا جائے تو ایک عجیب قسم کا سرور اور کیف حاصل ہوتا ہے۔

نبی اکرم شفیع اعظم، دُکھے دلوں کا سلام لے لو
تمام دنیا کے ہم ستائے، کھڑے ہوئے ہیں پیام لے لو
شکستہ کشتی ہے تیز دھارا، نظر سے رو پوش ہے کنارا
نہیں ہے کوئی ناخدا ہمارا، خبر تو عالی مقام لے لو
قدم قدم پہ ہے خوف رہزن، زمین بھی دشمن فلک بھی دشمن
زمانہ ہم سے ہوا ہے بدظن، تم ہی محبت سے کام لے لو
عجیب مشکل میں کارواں ہے، نہ کوئی جادہ ہے نہ پاسباں ہے
بشکل رہبر چھپے ہیں رہزن، اُٹھو ذرا انتقام لے لو
کبھی تقاضا وفا کا ہم سے، کبھی مذاق جفا ہے ہم سے
تمام دنیا خفا ہے ہم سے، خبر تو خیرالانام لے لو
یہ کیسی منزل پہ آگئے ہیں، نہ کوئی اپنا نہ ہم کسی کے
تم اپنے دامن میں آج آقا تمام اپنے غلام لے لو
یہ دل میں ارماں ہے اپنے طیّب مزارِ اقدس پہ جاکے اک دن
سناؤں ان کو میں حال دل کا، کہوں میں ان سے سلام لے لو
نبی اکرم شفیع اعظم، دُکھے دلوں کا سلام لے لو
تمام دنیا کے ہم ستائے، کھڑے ہوئے ہیں پیام لے لو

سفر نامہ

ریڈ کراس

(گذشتہ سے پیوستہ)

محبتوں کی زمین، وادیِ غذر (اشکومن) کا ایک سفر

تحریر: امیر جان حقانی ای میل ibshaqqani@gmail.com

سلپی اور گاہکوچ کے درمیان دریا کی تباہ کردہ زمین

ضلع غذر کے کیپٹل ایریا گاہکوچ سے چند قدم پہلے تحصیل اشکومن کے لئے جو پل بنائی گئی ہے وہاں سے پولیس کا حفاظتی دستہ تبدیل ہوا اور سیکورٹی کے انتظامات اشکومن پولیس نے سنبھال لئے، اشکومن پل اتنی خوبصورت اور پختگی کے ساتھ بنایا گیا ہے کہ دیکھتے دیکھتے جی نہیں بھرتا۔ یہاں سے تھوڑا آگے سلپی ہے جو چھوٹا سا گاؤں ہے، گاہکوچ اور سلپی کے درمیان دریائے غذر بہہ رہا ہے، سلپی اور گاہکوچ کے درمیان دریا کا پھیلاؤ اتنا زیادہ ہے کہ ایک چھوٹا سا جزیرہ نما دکھائی دے رہا ہے، پانی کے بہاؤ اور پھیلاؤ سے بڑی قیمتی زمین ضائع ہوئی ہے، اچھی پلاننگ کی جائے تو ہزاروں کنال قیمتی اراضی بچائی جاسکتی ہے۔ دریا کے وسط میں جزیرہ نما زمین پر لڑکے کرکٹ، فٹ بال اور والی بال کھیلتے نظر آرہے تھے۔

درختوں کے جھنڈ میں راز و نیاز کی باتیں

جب ہم اشکومن روڈ سے گزر رہے تھے تو سورج غروب ہوچکا تھا، شام کے دھند لکے میں وادی غذر کا حسن نکھر کر سامنے آرہا تھا، سلپی سے تھوڑا آگے درختوں کا ایک بڑا جھنڈ ہے جو ایک چھوٹے سے چھانگا مانگا جنگل کا نظارہ پیش کرتا ہے، جہاں لوگوں کی ٹولیاں بیٹھی نظر آرہی تھیں، دور چند پرندے سرگوشیوں میں مصروف تھے، سپیدہ کے ہزاروں درخت خزاں کا استقبال کے لیے کھڑے تھے اور لوگ بھی مکمل خزاں سے پہلے درختوں کے جھنڈ سے بہار کی لذتوں سے محظوظ ہونے کیلئے باغات اور درختوں کے جھنڈ میں سر کتے نظر آرہے تھے، میں بھی ان مناظر کو دیکھ کر محظوظ تو ہو رہا تھا مگر دل تھا کہ عجب کیفیت میں مبتلا تھا۔

باسیانِ غذر کی ایک دل موہ لینے والی عادت

لوگ قافلے کی جانب ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے اور ہاتھ ہلا ہلا کر اظہار محبت کر رہے تھے۔ ضلع غذر کے لوگوں کی ایک عادت دل موہ لینی والی ہے، ہر گزرنے والے کو ہاتھ اُٹھا کر سلام کرتے ہیں، اس میں کوئی تمیز نہیں کہ سلام کرنے والے مرد و زن اور بوڑھے جوان سبھی شامل ہیں، آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ افشوا السلام (سلام کو پھیلاؤ)، ایک اور روایت میں ہے کہ البادیٔ بالسلام بری من الکبر، نبی کریمؐ کے ان فرامین مبارکہ کا صحیح عملی مفہوم ایسے مواقعوں پر سمجھ آجاتا ہے، کاش! یہ روایت ہمیں بھی اپنانے کی توفیق ملتی۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں صاف ارشاد ہے کہ "لاتاذنوا من لم یبدأ بالسلام" جو سلام کے بغیر داخل ہو اس سے داخل ہونے کی اجازت نہ دیجیے۔ ہم مسلمانوں نے اسلام کے ان زندہ و جاوید فرامین کو پس پشت ڈالا ہوا ہے۔

اشکومن میں سیلابی تباہ کاریاں اور پیر کرم شاہ کی عدم چشمیاں

وادی غذر کے پہاڑوں میں برف کی سفید تہ ہلکی سے جمی ہوئی تھی، پانی یخ ٹھنڈا تھا، منظر بڑا دلکش دکھائی دے رہا

تھا۔ایک موسم سہانا، دوسری ہوا خوشگوار، کیا ہی دلچسپ ماحول...... سلپی سے چٹورکھنڈ تک کے بعض علاقوں میں سیلاب نے جو تباہ کاریاں مچائی دیکھ کر دل پارہ پارہ ہوا جاتا تھا، مگر کمال ہے کہ ہمارے گورنر صاحب کو اپنے ناک تلے یہ تباہ کاریاں نظر نہیں آرہی ہو، دہائیوں سے الیکشن جیتنے والوں کو عوامی تباہ کاریاں نظر کیوں کر آسکتی ہیں، ویسے بھی انہوں نے اپنی طبعی عمر پوری کی ہے، اور الیکشن سے ریٹائرڈ ہونے والے ہیں، خدا گنجے کو ناخن نہ دے!

ہمیں اس بارے میں زیادہ متحیر نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ''زمانہ بدل چکا ہے۔ زندگی کی اقدار بدل چکی ہیں، اب نیا دور ہے، وہی کامیاب ہے جو زمانے کے ساتھ چل سکے یعنی جھوٹ، دھوکہ، فراڈ، اقرباپروری اور ذخیرہ اندوزی۔ اور ہمارے گورنر صاحب بھی یہی کر رہے ہیں۔'' اشکومن روڈ میں ہاسیس بڑی خوبصورت جگہ ہے، ہاسیس میں بھی بڑی تعداد میں درخت لگائے گئے ہیں۔

فمانی (خمانی) میں شاندار استقبال

فمانی ایک خوبصورت گاؤں ہے، جہاں مولوی اکبر صاحب، مولوی رحمت گل صاحب اور دیگر احباب قافلے کی استقبال کے لئے نماز جمعہ کے بعد چٹورکھنڈ سے تشریف لائے تھے، فمانی میں مولوی رحمت گل کے گھر میں چائے کا انتظام تھا مگر مغرب کا وقت قریب ہورہا تھا اس لئے قاضی صاحب کی خواہش پر چٹورکھنڈ کی جامع مسجد میں نماز مغرب ادا کرنے کا فیصلہ کیا گیا، تھوڑے سے وقفہ کے بعد قافلہ روانہ ہوا۔ فمانی سے چٹورکھنڈ تک گاڑیوں کا ایک سیلاب تھا جو اپنے مہمانوں کے استقبال کے لئے جمع کی گئی تھی، لوگ ذاتی اور کرایہ کی گاڑیاں لیے قافلہ کے ہم دم ہوئے چلے جارہے تھے۔ دیہاتی لوگوں میں خلوص ومحبت کا پر جوش مظاہرہ تھا، اشکومن کے علماء اور معززین تشریف لائے تھے، سچی بات ہے کہ یہ تمام مناظر محبت ومودت کے ''خالص جذبے'' مجھے عجیب لگ رہے تھے۔ میں نے محبت کے قصے وکہانیاں صرف کتابوں میں پڑھیں تھیں۔ زندگی کی کچھ بہاریں تو لہو ولعب میں گزریں اور جب ہوش سنبھالا تو تعلیم کے لئے کراچی سدھار گئے، عنفوان شباب کے کچھ دن ''ڈگریوں'' کے حصول میں بیت گئے اور کچھ غم دوراں میں گزرنے شروع ہوئے۔ کہاں محبت کے فلسفے اور مودت کی باتیں اور اکرام وشرف کی نرالی کیفیات سمجھ آتیں۔ یقیناً غذر کے احباب کا انداز محبت اور والہانہ استقبال کو دیکھ کر میں مبہوت رہ گیا۔ کیا مادیت کے اس دور میں اس کی گنجائش ہے۔ ذہن کے نہاں خانوں میں فلسفہ محبت پر خیالات کے موجیں اُمڈ رہی تھیں، کبھی اقبال کے اشعار اور فلسفہ اسکرین پر نمودار ہو رہا تھا۔ آپ ﷺ سے آپ علیہ السلام کے جانثاروں کی محبت وایثار کی کہانیاں بھی یاد آرہی تھی۔ اختر شیرانی کے ان اشعار سے سہارا لینا پڑا، لو آپ بھی محظوظ ہوں۔

محبت، آہ! تیری یہ محبت رات بھر کی ہے
تیری رنگین خلوت کی لطافت رات بھر کی ہے
تیرے شاداب ہونٹوں کی عنایت رات بھر کی ہے
تیرے مستانہ ہونٹوں کی حلاوت رات بھر کی ہے
تو کیا جانے سودائے محبت کس کو کہتے ہیں
محبت اور محبت کی لطافت کس کو کہتے ہیں

چٹور کھنڈ میں نماز مغرب کی ادائیگی

چٹور کھنڈ کی جامع مسجد میں نماز مغرب ادا کی گئی، بابا عبدالقیوم سے مختصر بات چیت ہوئی، قاضی عبدالرزاق صاحبؒ، مولانا گلشیر صاحبؒ، مولانا نذیر اللہؒ، مولانا عزیز الرحمٰن صاحبؒ اور دیگر علماء کی یادیں تازہ ہوگئیں جو 1953ء میں مدرسے کے چندے کے حوالے سے یہاں آئے تھے، ان اکابر کو یاد کرتے نہ تھکتے، اس زمانے میں روڈ کی سہولیات نہیں تھی لوگ پیدل اور گھوڑوں میں سفر کرتے۔

کراچی کی بریانی کی خوشبو

رات کا کھانا دائن میں مولوی اکبر کے گھر میں تھا اور قیام کا بندوبست بھی وہی تھا، ہم سب نے وہاں چل دیے۔ تمام مقامی اور گلگت سے آئے ہوئے مہانوں کے لیئے قیام وطعام کا بندوبست تھا، اب شرکاء کی تعداد ۳۰ سے متجاوز کرگئی تھی، نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد کھانے کا دور چلا، ضلع غذر کے لوگوں کی مہمان نوازی دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا جو کبھی سنا تھا آج دیکھنے کا موقع ملا، ضلع غذر کے ایک گاؤں میں جب کراچی کی بریانی کی خوشبو آنے لگی تو یادوں کے دریچے کھل گئے، بسم اللہ ہوٹل، الحرمین چکن سینٹر اور پشاوری ہوٹل کا وہ دور یاد آنے لگا کہ ہم ساتھیوں کا ایک ٹولہ اکثر بریانی کھانے وہاں جایا کرتا تھا، معلوم کرنے پر انکشاف ہوا کہ مولوی اکبر کی گھر والی کافی عرصہ کراچی میں رہ کر آئی ہیں یہ ان کے ہاتھ کا کمال ہے کہ کھانے پکانے میں پہاڑوں کی بیٹی شہریوں سے بھی آگے نکل گئی ہے۔ کھانا واقعتاً بڑا لذیذ تھا، پرتکلف بھی تھا، پانی نارمل تھا مگر بہت ہی شریں، چشمے کا لگتا تھا، بعد میں معلوم کرنے پہ پتا چلا کہ واقعی چشمے کا صاف پانی ہے۔ میں پانی اور چائے کے بارے میں بڑا احساس ہوں، پورے پاکستان کا پانی چکھ لیا ہے، سب سے شریں اور ذائقہ دار پانی گلگت بلتستان کا ہی ہے، اور گلگت بلتسان میں سب سے زیادہ شریں پانی گوہر آباد (گنوداس) کا ہے۔ ایک حکیم کی تحقیق اور تجربے کے مطابق گنوداس کا پانی انتہائی ہاضم ہے۔

کمانڈر منیر کے ساتھ بات چیت

کمانڈر منیر صاحب کے ساتھ جب بھی نشست ہوتی تو وہ اپنے دور کی کہانیاں مزے لے لے کے سنا رہے تھے، ایک دور تھا جب وہ کراچی سے گلگت اور خیبر سے افغانستان تک گھوما کرتے تھے، جگہ جگہ ان کی دفاتر ہوا کرتے تھے اور وہ اپنے پروفیشنل کام کو بڑی مستعدی سے انجام دیا کرتے۔ میڈیا بھی ان کو بڑی اچھی کوریج دیتا تھا۔ آج کل وہ قاضی نثار احمد کے دست و معاون بنے ہوئے ہیں اور تنظیم اہلسنت کے امور بڑی خوش اسلوبی کیساتھ نمٹا رہے ہیں اور محمد نواز صاحب بھی ان کے ہمدم ہیں، اللہ نے محمد نواز صاحب کے قلم میں بڑی تاثیر رکھی ہے، اردو اور انگلش میں انہیں ید طولیٰ حاصل ہے۔ جتنا اچھا بولتے ہیں اس سے کئی گنا اچھا لکھتے ہیں۔

SMS کا روگ

ہمارے دوست برادرم شرافت الدین بھی کبھی کبھار محفل سخن میں شریک ہونے کی سعی کرتے مگر اچانک SMS کرنے لگ جاتے۔ SMS کا روگ بھی عجیب روگ ہے، جس کو لگ جائے اسکی جان نہیں چھوڑتا، اور پھر اگر انسان غیر شادی شدہ ہو تو اس کی تو راتوں کی نیند اڑ جاتی ہے، بعض دفعہ یہی SMS انسان کے لئے بڑے مضر ثابت ہوتے ہیں۔ (جاری ہے)

یاد رفتگاں

مولانا نذیر اللہ مرحوم
کچھ باتیں کچھ یادیں!

از: مولانا حبیب اللہ دیدار
مسئول وفاق المدارس العربیہ ، گلگت بلتستان

مولانا نذیر اللہ کو اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے اور ان کو علیین میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔ جب بھی جامعہ نصرۃ الاسلام میں قدم رکھتا ہوں تو مرحوم کی یادیں تازہ ہو جاتیں ہیں، مولانا مرحوم نے زندگی کا طویل عرصہ جامعہ میں گزارا اور اپنی شب روز کی محنت سے جامعہ کو اس حال تک پہنچایا، گلگت بلتستان کے دور افتادہ علاقے میں دینی خدمات، وہ بھی تعفن زدہ ماحول میں کوئی آسان کام نہیں، تاہم وہ انہی کا ہی خاصہ تھا کہ مشکل حالات میں بھی بڑے سے بڑا کام کر گزر جاتے تھے۔ مجھے ان کے ساتھ کافی عرصہ کام کرنے کا موقع ملا ہے۔

میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر بے شمار صلاحتیں ودیعت کر رکھی تھیں اور انہوں نے ان کا خوب استعمال بھی کیا۔ مولانا مرحوم نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ جامعہ کے انتظام وانصرام میں صرف کیا اور اپنی انتھک کوششوں اور قربانیوں سے شجرِ جامعہ کی آبیاری کی، مولانا کو گلگت بلتستان کے تمام مکاتب فکر سے جو احترام ملا شاید ہی کسی کے حصے میں آیا ہو، وہ بہت نرم خو انسان تھے۔

وہ گلگت میں پید ہوئے اور یہیں زندگی کے اکثر ایام بسر کیے، انہوں نے ابتدائی کتب قاضی عبدالرزاقؒ مرحوم سے پڑھیں تھیں اور ان کی ایما اور تحریک سے اعلیٰ تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند روانہ ہوئے وہاں اپنی تعلیم مکمل کی، اور تخصص فی الفقہ جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سے وقت کے کبار علماء سے کیا۔

مولانا نذیر اللہ مرحوم نے گلگت بلتستان میں سماجی اور دینی خدمات کا ایک نرالا باب قائم کیا، وہ جامعہ نصرۃ الاسلام کے حوالے سے بہت متفکر رہتے، کبھی کبھی وجد میں آ کر کہتے کہ میں یہاں قبروں کا مجاور بیٹھا ہوں، ان کا دل اپنے گھر میں نہیں ٹکتا، وہ گرمی ہو یا سردی، مدرسہ ضرور تشریف لاتے، آج میں ان کے حوالے سے یہ سطور قلمبند کرنے بیٹھا تو بیتے دنوں کے حسین یادیں ایک ایک کر کے دل ودماغ پر سے گزرنے لگیں۔

مولانا مرحوم کی حیات اور ان کی سوانح عمری پر کام ہمارے دوست امیر جان حقانی کر رہے ہیں۔ حقانی صاحب نے مشاہیر علماء گلگت بلتستان کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔

اس کتاب میں انہوں نے گلگت بلتستان سے تعلق رکھنے والے فاضلین دارالعلوم دیوبند بالخصوص مولانا عزیز الرحمانؒ، مولانا شعیبؒ، مولانا غلام رؤفؒ، مولانا سید رسولؒ، مولانا کثیرؒ، مولانا محبوب شاہ، مولانا گلشیرؒ اور مولانا

حبیب اللہ حفظ اللہ کی سوانح عمریاں بڑی تگ ودو سے جمع کی ہیں، مولانا نذیر اللہ مرحوم سے ان کی حیات میں ہی ایک تفصیلی انٹرویو کیا ہے جو ان کے پاس محفوظ ہے، سہ ماہی نصرۃ الاسلام کے انہی صفحات پر حقانی صاحب کی کتاب قسط وار شائع ہو رہی ہے۔ اور مولاناؒ کی زندگی کے تمام پہلوں پر مشتمل یہ سلسلہ عنقریب قسط وار شائع ہوگا۔

مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ مولانا سے قریبی تعلق رکھنے والے احباب نے کبھی اس طرح توجہ ہی نہیں کی کہ ان کی زندگی میں ان کی زبانی ان کی حیات محفوظ رکھی جائے، یہ کام بھی ایک کم عمر طالب علم نے کیا جو یقیناً لائق صد تحسین ہے۔ اور اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اکابرین دیوبند سے انہیں غیر معمولی محبت اور شغف ہے۔

برادرم حقانی نے کراچی سے چھلو (بلتستان) تک گھوم گھوم کر فاضلین دیوبند کے حوالے سے معلومات اکٹھی کی ہیں۔ انہوں نے یہ کام ایک قومی و دینی قرض سمجھ کر کیا ہے، اللہ انہیں اس دینی تحقیقی کام میں کامیابیوں سے نوازیں اور ان کی مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ بہر حال مولانا مرحوم اپنے ہم عصر علماء میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ گلگت بلتستان میں ان کی ایک پہچان تھی، میں تفصیل میں جانے کی ضرورت محسوس کرنے کے باوجود مختصراً، چند اشعار کی صورت میں ان کو خراج تحسین پیش کر کے اجازت چاہونگا۔

وہ بزم اب کہاں، وہ طرب کا سماں کہاں ساقی
کہاں وہ جام مے ارغوں کہاں ڈھونڈیں
ہم اب نقوش سبک رفتگاں کہاں
اب گرد کارواں بھی نہیں کارواں کہاں

.............بقیہ آپ کے خطوط.............

محترم ومکرم جناب حضرت مولانا ابن شہزاد حقانی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں جامعہ عائشہ صدیقیہ کی طالبہ ہوں اور دورہ حدیث میں پڑھتی ہوں۔ میں اپنے والد گرامی جناب مولانا عنایت اللہ میر حنفی صاحب کی زیر سرپرستی پہلی بار قلم اٹھانے کی جسارت کر رہی ہوں، آپ سے امید ہے کہ اپنے سہ ماہی مجلّے میں میری نیک کاوش کو جگہ دیکر ممنون فرمائیں گے۔ آپ سے خصوصی التماس ہے کہ اپنے رسالے کو خالص سیاسی بنانے کے بجائے مختلف قسم کے اصلاحی اور طالبات کے لیے راہ عمل کے حوالے سے خصوصی تحریں شامل فرمائے۔ آپ اور تمام علماء واساتذہ کرام سے گزارش ہے کہ ہمارے لیے دعاؤں کا اہتمام کریں۔

والسلام

بنت مولانا عنایت اللہ میر حنفی اول

طالبہ دورہ حدیث، جامعہ عائشہ صدیقیہ للبنات گلگت

تصنیف و تحقیق: امیر جان حقانی (دوسری قسط)

خطیب گلگت قاضی عبدالرزاق گلگتیؒ

(فاضل دارالعلوم دیوبند)(1906ء تا 1986ء)

الحمدللہ! پوری دنیا کی طرح گلگت بلتستان میں بھی فاضلین دارالعلوم دیوبند کی ایک معقول تعداد نے دینی خدمات انجام دیں ہیں۔ جنگ آزادی گلگت بلتستان میں بھی ان اکابر علماء اوران کے تلامذہ کی لازوال خدمات شامل ہیں۔ان اکابر علماء کی خدمات پر مشتمل ایک تحقیقی کتاب ''مشاہیر علماء گلگت بلتستان'' کے نام سے معروف کالم نگار امیر جان حقانی نے مرتب کی ہے جو آئندہ ''ادارہ نصرۃ الاسلام'' کی طرف سے قسط وار شائع کی جارہی ہے۔گلگت بلتستان کے فاضلین دارالعلوم دیوبند میں صرف مولانا حبیب اللہ صاحب حفظہ اللہ حیات ہیں۔باقی تمام حضرات راہی دارالبقاء ہوئے ہیں۔قارئین اس تحقیقی کتاب کے متعلق اپنی خیالات/تجاویز اور مفید مشورے ہمارے ساتھ اس نمبر 03462974626/ ibshaqqani@gmail.com یا ادارے کی ایڈریس پر تحریری طور پر شیئر کرسکتے ہیں۔(ادارہ)

سوانح عمری

قاضی صاحب مرحوم کے چند کبار اساتذہ کا مختصر تعارف:

قاضی عبدالرزاق صاحب نے گلگت چلاس ،کوہستان، قصبہ دیوبند اور ہندوستان کے دیگر شہروں میں سینکڑوں اساتذہ کرام، محدثین عظام، مفسرین قرآن اور اولیاء اللہ سے تعلیم وتربیت حاصل کی، اصلاح نفس اور ہزاروں ظاہری وباطنی مراحل طے کیے اور خود گوہر کامل بن گئے۔ان تمام بزرگوں کا تعارف وتفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے نہ موقع محل۔اس لیے چند حضرات کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے تاکہ ان کے اساتذہ کے اجمالی تعارف سے نظریں اوجھل نہ ہو اور قارئین محظوظ بھی ہوں۔آئندہ سطور میں چند اکابر اساتذہ کا مختصر تعارف آئیگا۔

ا۔شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی امروہیؒ:

ولادت: یکم محرم الحرام ۱۳۰۱ھ بمطابق ۲ نومبر ۱۸۸۲ء بروز جمعہ صبح صادق کے قریب بدایوں شہر میں آپ کی ولادت ہوئی۔

وفات: ۱۳ رجب المرجب ۱۳۷۴ھ بمطابق ۸ مارچ ۱۹۵۵ء بروز منگل صبح صادق کے وقت سفر آخرت اختیار فرمایا۔

تعلیم: قرآن پاک حضرت شریف الدینؒ سے حفظ کیا، اردو اور فارسی کی معمولی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی پھر مقصود علی خان صاحب سے بعض فارسی کی کتابیں اور میزان الصرف سے شرح جامی تک کتابیں پڑھیں۔پھر شاہ جہانپور کے مدرسہ عین العلم میں کنزالدقائق، شرح وقایہ وغیرہ پڑھیں۔اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوکر ہدایہ اولین و

میر قطبی وغیرہ پڑھیں، پھر میرٹھ میں چار سال تعلیم حاصل کی اور دوبارہ دارالعلوم دیو بند سے سند فراغت حاصل کی۔

مشہور اساتذہ: شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، مولانا رسول خان ہزارویؒ، مولانا سید معز الدینؒ، مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ، مفتی کفایت اللہؒ، مولانا بشیر احمد مراد آبادیؒ اور مولانا عبید الحق کابلیؒ آپ کے مشہور اساتذہ میں سے تھے۔

تدریس: فراغت کے بعد شاہ جہانپور میں تین سال درس وتدریس کا مشغلہ رہا پھر ۱۳۳۰ھ میں دارالعلوم دیو بند میں مدرس مقرر ہوئے اور تادم آخر ۱۳۴۷ھ تک دارالعلوم میں ہی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ نے کم و بیش ۵۴ سال تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس عرصہ میں ہزاروں افراد نے آپ سے کسب فیض کیا۔

مشہور تلامذہ: مفتی اعظم پاکستان، مفتی محمد شفیع عثمانیؒ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، مولانا قاری محمد طیبؒ، مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا سعید اکبر آبادیؒ (مولانا قاضی عبدالرزاق گلگتی رحمہ اللہ بانی جامعہ نصرۃ الاسلام وتنظیم اہل سنت والجماعت گلگت بلتستان وکوہستان، بھی مشہور تلامذہ میں شامل ہیں) وغیرہ۔

بیعت و اجازت: تصوف وسلوک میں حضرت گنگوہیؒ سے بیعت کی اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے اجازت وخلافت عطاء ہوئی۔

تصانیف: آپ نے کئی کتابوں کے حاشیے تحریر فرمائے، جن میں حاشیہ نور الایضاح فارسی عربی، کنز الدقائق، التنقیح الضروری علی المختصر القدوری، حاشیہ مفید الطالبین، حاشیہ دیوان المتنبی، حاشیہ دیوان حماسہ اور حاشیہ تلخیص المفتاح شامل ہیں۔ حضرت والا کے مزید حالات کے لیے ''حیات اعزاز'' ملاحظہ ہو (از انار کے درخت تلے۔ مولانا منصور احمد، صفحہ نمبر ۱۳۲)

۲۔ مفسر قرآن وفلسفی اسلام حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ:

ولادت: آپ ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ بمطابق ۱۹۰۰ء کو چارسدہ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم: ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ ۱۹۰۹ء میں ایک پرائمری اسکول میں داخلہ لیا اور ۱۹۱۳ء میں فارغ ہوئے۔ پھر سرحد وافغانستان کے مختلف علماء سے فنون کی کتابیں پڑھیں۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے ۱۹۲۰ء میں دارالعلوم دیو بند میں داخلہ لیا اور ۱۹۲۱ء میں دورہ حدیث کی تکمیل کی۔ علم طب کی تکمیل بھی دارالعلوم میں ہی کی۔

مشہور اساتذہ: آپ کے جلیل القدر اساتذہ میں علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا سید اصغر حسین دیو بندیؒ اور مولانا رسول خان ہزاروی وغیرہ شامل ہیں۔ (جاری ہے)

(بقیہ جامعہ کے شب وروز)

اس دوران جامعہ کے تمام اساتذہ بالخصوص استاد انیس، استاد امان اللہ، مفتی سرتاج، مولانا اویس، مفتی جلال الدین، مولانا حبیب اللہ ، امیر جان حقانی (استاد جامعہ وایڈیٹر سہ ماہی نصرۃ الاسلام) مفتی عبدالباری، مولانا

قاری خلیل، مولانا خلیق الرحمٰن مدرس وناظم امور جامعہ عائشہ صدیقیہ للبنات اور تنظیم اہلسنت والجماعت کے جنرل سیکریڑی جناب محمد نواز، مولانا کمانڈر منیر اور دیگر نے شرکت کی۔ رئیس الجامعہ نے مٹھائیوں سے شرکاء کی تواضع کی۔اس عمارت کا نقشہ گلگت بلتستان کے معروف آرکیٹکٹر جناب خورشید نے تیار کیا ہے۔

17 جنوری 2012ء/ رئیس الجامعہ کی کچھ اہم امور کے حوالے سے بذریعہ جہاز اسلام آباد روانگی

17 جنوری 2012ء کو رئیس الجامعہ کچھ اہم امور کے حوالے سے بذریعہ جہاز اسلام آباد گئے جہاں انہوں نے اہم حکومتی ارکان سے تفصیلی ملاقاتیں کی اور جید علماء کی ساتھ حالات حاضرہ پر کئی اہم پروگراموں میں حصہ لیا، جس کی تفصیلی رپورٹ علیحدہ شائع کی جارہی ہے۔

4 فروری 2012ء/ رئیس الجامعہ کی گلگت آمد

4 فروری 2012ء کو رئیس الجامعہ بذریعہ سڑک اسلام آباد سے گلگت تشریف لائے۔اسی دن دوپہر کو جامعہ تشریف لائے اور تمام امور کا جائزہ لیا۔اس سال بنات میں طالبات کی کثرت کی وجہ سے پانچ نئے کمرے تعمیر کئے گے ہیں، رئیس الجمامعہ نے کام جائزہ لیا۔اسلام آباد سفر کی روئیداد ایڈیٹر سہ ماہی نصرۃ الاسلام اور مولانا حبیب اللہ سے بیان کیا۔

12 فروری 2012ء/ رئیس الجامعہ کا نپور میں سیرۃ النبی ﷺ میں شرکت

12 فروری 2012ء/ رئیس الجامعہ رئیس الجامعہ اور جامعہ کے استاد مولانا امیر جان حقانی نے نپور میں منعقدہ سیرۃ النبی ﷺ کانفرنس سے خطاب کیا، رئیس الجامعہ کا صدارتی خطبہ ہوا جبکہ جامعہ کے استاد امیر جان حقانی نے عربی زبان میں سیرۃ النبی پر ایک طویل تقریر کی۔کانفرنس میں مولوی عرفان، مولوی لقمان، مولوی عطاء اللہ ثاقب صدر اہلسنت ضلع گلگت، مولوی عبداللہ حیدری صدر اہلسنت گلگت بلتستان، مولوی تنویر جنرل سیکریٹری اہلسنت گلگت اور دیگر علماء کرام نے خطاب کیا۔

محترم جناب محمد نواز نے علاقائی مسائل پر سیر حاصل بات کی اور ایک قرارداد حاضرین مجلس کو پڑھ کر سنائی۔ طویل دعاء کے بعد سیرۃ النبی ﷺ کانفرنس اختتام کو پہنچی۔رئیس الجامعہ اور دیگر مہمانوں کو ایک جلوس کی شکل میں ان کی قیام گاہ تک پہنچایا گیا۔

16 فروری 2012ء/ سہ ماہی نصرۃ الاسلام کے ایڈیٹر کا گلاپور کا دورہ

16 فروری 2012ء کو سہ ماہی نصرۃ الاسلام کے ایڈیٹر جناب ابن شہزاد حقانی صاحب نے جامعہ کے مدرس جناب مولانا حبیب اللہ دیدار صاحب کے ساتھ ضلع غذر کے گاؤں گلاپور کا ایک ہنگامی وزٹ کیا۔وہاں مختلف لوگوں سے تبادلہ خیال کیا اور گلاپور کی ثقافتی اور علاقائی زندگی کا مشاہدہ کیا اور دینی ماحول اور اقراء اسکول کی خدمات کی جائزہ لیا۔

17 فروری 2012ء/ ابن شہزاد حقانی کا نکاح

17 فروری 2012ء کو سہ ماہی نصرۃ الاسلام کے جواں سال ایڈیٹر اور جامعہ نصرۃ الاسلام کے استاد جناب ابن شہزاد حقانی صاحب رشتہ ازدواج سے منسلک ہوئے اوران کا نکاح ہوا۔انہوں نے رسم نکاح روایتی رسم

رواج کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سنت نبوی ﷺ کے مطابق انجام دیا۔

19 فروری 2012ء / رئیس الجامعہ ثاقی کوثر ﷺ کانفرنس میں شرکت

19 فروری 2012ء کو رئیس الجامعہ نے ساقی کوثر ﷺ کانفرنس کشروٹ میں شرکت کی۔ کلمہ چوک کشروٹ میں منعقدہ کانفرنس میں بڑی تعداد میں لوگوں نے حصہ لیا۔

22 فروری 2012ء / رئیس الجامعہ کی حق نواز جھنگوی ؒ کانفرنس میں شمولیت

22 فروری 2012ء رئیس الجامعہ نے حق نواز جھنگوی شہیدؒ کانفرنس منعقدہ پارک ہوٹل گلگت میں ایک عظیم الشان خطاب کیا، حضرت جھنگویؒ کے افکار اور انکی عظیم الشان جرأت و بہادری کو خراج تحسین پیش کیا اور انہیں ایک عظیم لیڈر قرار دیا۔

26 فروری 2012ء / رئیس الجامعہ چکرکوٹ جگلوٹ میں سیرۃ النبی ﷺ کے جلسے کے لیے روانہ

26 فروری 2012ء کو رئیس الجامعہ چکرکوٹ جگلوٹ میں سیرۃ النبی ﷺ کے جلسے کے لیے روانہ ہوئے، ان کے ساتھ جامعہ کے دوسرے استاد مولانا حبیب اللہ دیدار بھی شریک سفر ہوئے۔ وہاں چکرکوٹ کے مسلمانوں سے ایک تفصیلی بیان فرمایا۔ مولوی احسان اور دیگر نے میزبانی کے فرائض انجام دیئے۔ مولوی عطاء اللہ ثاقب اور حمایت اللہ نے بھی خصوصی شرکت کی۔

29 فروری 2012ء / رئیس الجامعہ کا وزیر داخلہ عبد الرحمٰن ملک سے ملاقات

29 فروری 2012ء کو رئیس الجامعہ نے وزیر داخلہ جناب عبد الرحمٰن ملک (رحمٰن ملک) سے گلگت میں ایک اہم ملاقات کی، وزیر داخلہ سانحہ کوہستان کے حوالے سے گلگت آئے تھے، انہوں نے رئیس الجامعہ جناب قاضی نثار احمد ساتھ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی جس کی بناء پر قاضی نثار احمد صاحب ایک وفد کی شکل میں ان سے ملے۔ قاضی نثار احمد کے وفد میں جناب محمد نواز سیکریٹری جنرل تنظیم اہلسنت والجماعت، مولانا منیر، مولانا حسین احمد، مولانا فرمان شامل تھے، جبکہ وزیر داخلہ کے ساتھ جناب پیر کرم علی شاہ، گورنر گلگت بلتستان، جناب مہدی شاہ وزیر اعلیٰ گلگت بلتستان، چیف سیکریٹری جناب سیف اللہ چٹھہ اور بریگیڈر ترمذی شریک تھے۔ قاضی نثار احمد نے وزیر داخلہ کو گلگت آنے پر خوش آمدید کہا اور ان کے سامنے درج ذیل مطالبات رکھے۔

۱۔ اہلسنت کے شہداء کو بھی فریق ثانی کے برابر معاوضہ دیا جائے۔

۲۔ امن وامان کو برقرار رکھنے کے لیے امن معاہدہ پر عمل یقینی بنایا جائے، جو فریقین کی رضامندی کے بعد گلگت اسمبلی سے قانونی شکل اختیار کر چکا ہے۔

۳۔ امن معاہدے کی پاسداری نہ کرنے والوں کو قانونی گرفت میں لایا جائے۔

۴۔ ہم امن کے خواہ ہیں مگر ہمارے ساتھ ناانصافی ہورہی ہے، ہمارے بے گناہ لوگوں کو شہید کیا جارہا ہے۔

۵۔ ہر فریق کو اپنے اپنے مذہبی رسومات اپنی عبادت گاہوں میں ہی ادا کرنے کے پابند بنایا جائے۔

۶۔ پولیس جانبدار ہے اس لئے گلگت اسکاؤٹس اور رینجرز کو پولیس کے اختیارات دیئے جائیں۔

۷۔لوکل حکومت کا اہلسنت کے ساتھ مجموعی رویہ مناسب نہیں، لہذا اس یک طرفی سے گریز کیا جائے اور تمام امور توازن اور برابری کے ساتھ انجام دیے جائے۔

۸۔اہل دیامر کے جائز مطالبات کو تسلیم کیے جائیں۔

وزیر داخلہ نے وفد کو یقین دہانی کرائی کہ تمام باتوں پر عمل کیا جائے گا، وزیر داخلہ نے اہلسنت شہداء کے لیے ہاتھ اُٹھا کر دعائے مغفرت کی۔

9،8 مارچ 2012ء/ رئیس الجامعہ کی عمائدین دیامر کے ساتھ ملاقات

8 مارچ 2012ء کو رئیس الجامعہ نے عمائدین دیامر کے ساتھ ملاقات کی، اور ان کے ساتھ حالیہ دنوں کے حوالے سے تفصیلی گفت وشنید کی، ۹ مارچ کو پلٹنی محلّہ میں مولانا عطاء الحق صاحب اور مولانا نثار احمد صاحب نے ایک پر تکلف دعوت کا انتظام کیا جس میں رئیس الجامعہ نے خصوصی شرکت کی، مجلس کا اختتام مولانا حبیب اللہ فاضل دیوبند کے دعا سے ہوئی۔

10 مارچ 2012ء/ محمدی محلّہ میں رئیس الجامعہ کا عمائدین دیامر سے ملاقات

10 مارچ 2012ء کو محمدی محلّہ میں رئیس الجامعہ نے ایک دعوت میں شرکت کی، اہل محلّہ نے عمائدین دیامر کے اعزاز میں ایک پر تکلف دعوت کا اہتمام کیا تھا۔موجودہ حالات کے بارے میں مولانا عنایت اللہ صاحب نائب امیر جمعیت علماء اسلام گلگت بلتستان اور دیگر علماء سے تفصیلی گفتگو کی، حاجی جمعہ خان صاحب اور جناب سلمان صاحب اور دیگر احباب نے خوب انتظامات کئے تھے۔

11 مارچ 2012ء/ رئیس الجامعہ کی پارک ہوٹل میں عمائدین دیامر سے ایک اہم میٹنگ

11 مارچ 2012ء کو رئیس الجامعہ نے پارک ہوٹل میں عمائدین دیامر سے ایک اہم میٹنگ کی، پارک ہوٹل میں ابو اطہر صاحب نے ان کے اعزاز میں ایک شاندار مجلس طعام کا انتظام کیا تھا، جہاں مختلف امور کے حوالے سے تفصیلی گفتگو ہوئی۔

30 مارچ 2012ء/ رئیس الجامعہ کا احتجاجی مظاہرے سے خطاب

30 مارچ 2012ء کو رئیس الجامعہ نے ایک عظیم الشان احتجاجی مظاہرے سے خطاب کیا، یہ مظاہرہ رئیس الجامعہ مولانا قاضی نثار احمد کی تحریک پر ہوا تھا۔اس مظاہرے کی بنیادی وجہ اہلسنت پر مظالم اور مولانا عطاء اللہ ثاقب کی بلا جواز گرفتاری تھی۔بعد نماز جمعہ گھڑی باغ میں ہزاروں لوگ جمع ہوئے اور اس احتجاجی مظاہرے سے تنظیم اہلسنت کے مرکزی رہنماؤں کے علاوہ جناب راجہ نثار ولی صاحب صدر جامع مسجد کمیٹی، مسلم لیگ ن کے لیڈر سلامت جان، مسلم لیگ ق کے لیڈر اسلم ایڈوکیٹ اہلسنت والجماعت گلگت بلتستان کے صدر مولانا عبداللہ حیدری و جنرل سیکریٹری جناب حمایت اللہ خان سابق رکن گلگت اسمبلی نے شرکت کی اور خطاب کیا، تمام لیڈروں نے تنظیم اہلسنت والجماعت گلگت بلتستان وکوہستان کے امیر مولانا قاضی نثار احمد پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا اور مکمل تعاون کی یقین دہانی کرائی، رئیس الجامعہ نے حکومت کو خبردار کیا کہ اہلسنت کے ساتھ جانبدارانہ سلوک بند کیا جائے وگرنہ حالات حکومتی کنٹرول سے باہر ہو جائیں گے۔

اخبار و آثار

رپورٹ: حماد احمد خاکی

مولانا قاضی نثار احمد مدّ ظلہ کا سفرِ اسلام آباد، لمحہ بہ لمحہ......

جنوری 2012ء کو قاضی نثار احمد صاحب (خطیب مرکزی جامع مسجد گلگت، امیر تنظیم اہل سنت والجماعت گلگت بلتستان وکوہستان، رئیس جامعہ نصرۃ الاسلام و چیف ایڈیٹر سہ ماہی نصرۃ الاسلام گلگت) نے گلگت بلتستان کے انتہائی ناگفتہ بہ حالات کے پیش نظر اعلیٰ سطحی حکومتی عہدہ داروں اور علماء کرام سے باہمی امور میں مشاورت کے حوالے سے اسلام آباد کا ایک ہنگامی سفر کیا۔ اس سفر میں انہوں نے گلگت کے حالات، امن و آمان کے دگرگوں صورت حال اور نام نہاد سلف امپاورمنٹ اینڈ گورننس آرڈر 2009ء، گلگت بلتستان کی آئینی صورت حال اور اہل سنت کو درپیش مسائل کے بارے، جن جن احباب سے ون ٹو ون ملاقاتیں کیں انہیں آئندہ سطور میں اجمالاً درج کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

17 جنوری 2012ء/ اسلام آباد روانگی

☆ 17 جنوری کو دن ایک بجے اسلام آباد آئر پورٹ پہنچ گئے۔ وہاں مختلف احباب نے اپ کا استقبال کیا اور رہائش گاہ تک پہنچایا۔

18 جنوری 2012ء/ کے معمولات

☆ ۱۸ جنوری کو مولانا حق نواز سیکریٹری جنرل انجمن اہلسنت اسکردو، امیر جمیعت علماء اسلام اسکردو و رکن مجلس عاملہ تنظیم اہل سنت والجماعت سے ملاقات کی اور ان سے مل کر اسلام آباد میں اپنے امور کو ترتیب دیا۔

☆ ۱۸ جنوری دوپہر کو اپنی بڑی بہن سے ویسٹرج صدر میں ڈاکٹر افتخار کے گھر میں ملاقات کی۔ یاد رہے کہ ڈاکٹر افتخار مولانا نزیر اللہ مرحوم فاضل دیوبند کا داماد ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے ہاں کافی وقت تشریف فرما ہوئے۔ ابھی ڈاکٹر صاحب کے گھر میں ہی تھے اسی دوران وفاقی وزیر امور کشمیر و گلگت بلتستان جناب منظور وٹو سے ملاقات کا وقت طے ہوا۔ ملاقات کے وقت کا اطلاع منظور وٹو کے پی اے نے بذریعہ فون کیا۔

وفاقی وزیر منظور وٹو کے ساتھ ملاقات

☆ ۱۸ جنوری دن دو بجے قاضی نثار احمد کی ایک وفد کے ہمراہ اسلام آباد سیکریٹریٹ میں وفاقی وزیر جناب منظور وٹو سے ان کے آفس میں ملاقات کی۔

☆ قاضی نثار احمد کے ساتھ وفد میں جامعہ محمدیہ اسلام آباد کے شیخ الحدیث والقرآن مولانا عبدالشکور دیامری، اتحاد علماء کونسل کے جنرل سیکریٹری جناب قاری عطاء الرحمٰن، تنظیم اہلسنت کے رہنماء حاجی عبدالجلیل اور

مولوی حماد احمد شامل تھے۔

☆ جناب وفاقی وزیر منظور وٹو نے وفد کا کھڑا ہو کر استقبال کیا، فرداً فرداً خیریت دریافت کی اور کہا کہ قاضی صاحب، حکم کریں کہ آپ اتنی دور سے کیسے تشریف لائے ہیں۔

☆ قاضی نثار نے انتہائی بردباری اور فصیحانہ انداز میں گلگت بلتستان کو درپیش مسائل، موجودہ صوبائی پیکج یعنی سلف امپاورمنٹ اینڈ گورننس آرڈر2009ء کی آئینی و قانونی پوزیشن، اور اس سے اہلسنت عوام کی حق تلفی اور ان کے ساتھ ہونے والے مظالم کو بلا کم و کاست بیان کیا۔

☆ جناب وٹو نے قاضی نثار کی باتیں غور سے سنی اور ان کو قلم بند کیا۔

☆ قاضی نثار احمد نے اس ملاقات میں درج ذیل اہم پوائنٹ کو مکرر بیان کیا جن کو نمبروار وفاقی وزیر نے نوٹ کیا۔

۱۔ سلف امپاورمنٹ اینڈ گورننس آرڈر2009ء سے گلگت بلتستان کے اہلسنت عوام مطمئن نہیں ہیں۔

۲۔ موجودہ صوبائی پیکج میں بھرپور اصلاحات کی ضرورت ہے۔

۳۔ جی بی کا گورنر یا وزیراعلیٰ میں سے ایک اہلسنت والجماعت سے ہونا ضروری ہے تاکہ اختیارات میں توازن برابر رہے۔ چیک اینڈ بیلنس کا ہونا لازمی ہے۔ اس کے بغیر گلگت بلتستان میں پائیدار امن ناممکن ہے۔

۴۔ گلگت بلتستان اور کشمیر کی ایک آئینی اور تاریخی وحدت صدیوں سے قائم ہے اور یہ تاریخ کا بین ثبوت ہے لہٰذا اس وحدت کو برقرار رکھنے کے لیے گلگت بلتستان اور کشمیر کونسل کو مشترک کر کے ایک کیا جائے۔

۵۔ اگر گلگت بلتستان کو صوبہ بنانا ناگزیر ہے تو کوہستان اور چترال کو ملا کر ایک صوبہ بنایا جائے، کیونکہ یہ دونوں علاقے بھی گلگت بلتستان کے حصہ رہے ہیں۔

۶۔ گلگت بلتستان کے سپریم اپیلٹ کورٹ کا چیف جج ایک مقامی جانبدار جج کو بنایا جانے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ وہ ایک جانبدار جج کو طور پر جانے اور پہچانے جاتے ہیں اور اس عہدے کو ٹھیک نبھا بھی نہیں سکتے۔ ان کے خلاف ریفرنس بھی دائر کی گئی ہے۔ اس نے گورنر گلگت بلتستان جناب پیر کرم علی شاہ کو بچوں سمیت قتل کی دھمکی دی ہے لہٰذا ایک غیر مقامی، قابل اور سپریم کورٹ کے سنیئر جج کو جی بی اپیلٹ کورٹ کا چیف جج مقرر کیا جائے۔ تاکہ انصاف کا حصول ممکن ہو اور انصاف گاہوں سے کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی نہ ہو۔

۷۔ گلگت بلتستان میں میڈیکل کالج سلطان آباد میں تعمیر کی جانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ سلطان آباد میں ایک فریق کا غلبہ ہے۔، جہاں اہلسنت کے عوام اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتے ہیں لہٰذا میڈیکل کالج مناور، جگلوٹ یا ضلع دیامر میں تعمیر کیا جائے۔

۷۔ گلگت بلتستان کا سیکریٹریٹ کو2005ء کے امن معاہدے کے مطابق فوراً جوٹیال منتقل کیا جائے۔

۸۔ گلگت بلتستان پولیس میں توازن قائم کیا جائے تاکہ پولیس گردی سے عوام محفوظ ہو جائیں۔

۹۔ نلتر کے مقام پر چار ارب کی خطیر رقم سے تعمیر کیا جانے والا پروجیکٹ کو مشتہر کیا جائے۔ یہ پروجیکٹ کسی مخصوص طبقہ فکر کے ویلفیئر کو بغیر مشتہر کیے ٹینڈر پر دیا گیا ہے۔ بغیر ٹینڈر کے اس طرح اتنا بڑا پروجیکٹ کسی کو دینا مقامی ٹھیکداروں کے ساتھ زیادتی ہے۔

☆ جناب منظور وٹو نے وفد کے اراکین سے کہا کہ تین روز کے بعد جی بی کے گورنر، وزیر اعلیٰ اور چیف سیکریٹری سے ملاقات طے ہے، تو آپ کے تمام خدشات کو زیر بحث لاؤنگا اور انشاء اللہ حل کیے جائینگے۔

☆ جناب وٹو نے کہا کہ ضرورت پڑنے پر آپ سے ضرور رابطہ کیا جائے گا۔

سیکریٹری کاناڈویژن سے وفد کی ملاقات

☆ جناب منظور وٹو سے ملاقات کے بعد کاناڈویژن کے سیکریٹری کی طرف سے پیغام موصول ہوا کہ وہ بھی وفد سے ملنا چاہتے ہیں۔

☆ جب وفد ان کی آفس میں داخل ہوا تو جناب بابر یعقوب فتح محمد نے وفد کے تمام اراکین سے فرداً فرداً معانقہ کیا۔

☆ بابر یعقوب فتح محمد گلگت بلتستان کے چیف سیکریٹری رہے ہیں۔

☆ ان کی قاضی نثار کے ساتھ پہلے سے جان پہچان تھی۔

☆ قاضی نثار نے وفد کے تمام اراکین کا تعارف کروایا۔

☆ جناب سیکریٹری اپنی نشست چھوڑ کر قاضی نثار کے ساتھ تشریف فرما ہوئے۔

☆ جناب سیکریٹری نے بھی وفد کی تمام باتوں کو غور سے سنا اور یقین دلایا کہ یہ تمام باتیں علاقے میں امن وآمان کو برقرار رکھنے کے لیے لازمی ہیں۔ میں خود بھی ان سے واقف ہوں لہذا آپ مطمئن رہے۔ انشاء اللہ آپ کی تمام باتیں ارباب اقتدار اور صاحبان بست وکشاد سے شیئر کرونگا اور ان کے حل کے لیے ممکن حدتک کوشش کرونگا۔

19 جنوری 2012ء/ترکش علماء کے ساتھ ملاقات

☆ ۱۹ جنوری کو ترکی کے مہمان علماء جناب مولانا شیخ محمد توران اور مولانا عمر سے ملاقات کی۔

☆ ظہر کی نماز ترکی کے نوجوان عالم دین جناب مولانا عمر کی اقتداء میں ادا کی۔

☆ جب ترکش علماء دسترخوان پر تشریف لائے تو قاضی نثار نے مہمان خانے میں موجود تمام احباب و میزبانوں کا تعارف کروایا۔

☆ قاضی نثار اور دیگر مہمانوں کے لئے جناب ندیم احمد خان کی مہمان نوازیاں بھرپور انداز میں تھی۔

☆ قاضی نثار احمد اور دیگر علماء کرام کی دیگر ضروری سہولیات کی فراہمی میں جناب ندیم احمد خان صاحب کا تعاون پیش پیش رہا۔

☆ میزبانوں نے اپنے ملکی اور غیر ملکی مہمانوں کی ضیافت میں ایک وسیع دسترخوان کا اہتمام کیا تھا۔

☆ بعد طعام شرب کافی کے دوران ترکش علماء سے لمبی گفت وشنید رہی۔

☆ شیخ توران کبھی عربی اور کبھی ترکی میں گفتگو فرماتے، ایک صاحب ترجمانی کے فرائض انجام دیتے۔

☆ قاضی نثار بھی اکثر عربی میں ہی ان سے گفتگو فرماتے۔

☆ شیخ توران نے زور دے کر کہا کہ اس طرح ائندہ بھی علماء کی نشستیں ہونی چاہیں اور ترکی اور پاکستان کے علماء کے وفود کا تبادلہ اور سفر بھی ہونا چاہیے۔

☆ مولانا شیخ توران نے قاضی نثار سے گزارش کی کہ باربار پاکستانی علماء کے وفود کوتر کی آنا ہے، تاکہ آپس میں انڈرسٹینڈنگ ہو اور ایک دوسروں کی علمی، نظریاتی، فکری، معاشی اور سیاسی معاونت ہو اس طرح مسلمانوں کا باہمی رابطہ ہوگا۔

20 جنوری 2012ء/ دیامر کے علماء کرام سے ملاقاتیں

☆ 20 جنوری کو نماز فجر کے بعد جامعہ قاسمیہ G-6-4 میں ضلع دیامر کے علماء سے طویل نشست ہوئی۔

☆ جامعہ قاسمیہ میں ممبر گلگت بلتستان اسمبلی جناب مولانا سرورشاہ نے مہمانوں کے لیے نشست و برخاست اور ناشتے کا انتظام کیا تھا۔

☆ شیخ الحدیث و شیخ القرآن مولانا عبدالشکور دیامری کی صدارت میں باقاعدہ اجلاس شروع ہوا۔

☆ اجلاس میں مولانا سرورشاہ، ممبر گلگت بلتستان اسمبلی، مولانا زاہد خان مدرس جامعہ انوار القرآن، مولانا جنت دار، مدرس جامعہ فاروقیہ دھمیال کیمپ راولپنڈی، مولانا فضل جو کہ مولانا منظور نعمانی مرحوم کے جامعہ کے مدرس ہیں شامل تھے کے علاوہ کثیر تعداد میں علماء کرام نے شرکت کی۔

☆ علماء کی خواہش پر اولاً قاضی نثار نے اپنی گزارشات اور اسلام آباد سفر کی اصل وجوہات علماء کے سامنے تفصیل سے رکھی۔

☆ علماء کرام سے بات کرتے ہوئے گلگت بلتستان اور کشمیر کا حقیقی تعلق، گلگت میں عوام کو درپیش مسائل، حکومت کا دوغلا رویہ، امن وآمان کی دگرگوں صورت حال اور اپنی جدوجہد کو بیان کیا۔

☆ قاضی نثار نے مولانا سرورشاہ سے شکوہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ اور آپ کے دیگر ساتھی اچھے اور مرکزی عہدوں پر براجمان ہونے کے باوجود سنی قوم کو درپیش مسائل پر توجہ نہیں دیتے ہو، جبکہ آپ حضرات دیکھ بھی رہے ہو کہ گلگت بلتستان میں ہمارے ساتھ مجموعی طور پر ہر جگہ میں زیادتی بھی ہو رہی ہے۔

☆ مولانا سرورشاہ نے فرمایا کہ حضرت! اصل بات یہ ہے کہ آپ ہم پر اعتماد نہیں کرتے ہو۔

☆ قاضی نثار نے کہا کہ واللہ مجھے آپ پر اعتماد ہے، میں آپ کو اپنا ہی بازو سمجھتا ہوں۔ مصیبت تو یہ ہے کہ آپ لوگ فعال نہیں ہو، آپ فعال ہو جاؤ، جہاں میری ضرورت پڑی میں آپ کے ساتھ حاضر ہو جاؤنگا۔

☆ جواب میں مولانا سرورشاہ نے کہا کہ: آپ حکم کریں، میں آپ کا اندھا مقلد ہوں کیونکہ آپ تمام اہلسنت کے متفقہ امیر ہیں۔

☆ مولانا عبدالشکور دیامری نے کہا کہ قاضی صاحب! آپ فکر نہ کریں، ضلع دیامر کے علماء ہر وقت آپ کے ساتھ ہیں، پہلے بھی اہل دیامر نے آپ کے ساتھ دیا ہے اور آئندہ بھی دیں گے۔

☆ مولانا سرورشاہ کے ایک سوال کے جواب میں قاضی نثار نے واضح کیا کہ کشمیر گلگت بلتستان کا حصہ ہے۔ یہ مؤقف صرف میرا نہیں یا تنظیم اہلسنت والجماعت کا نہیں بلکہ جمیعت علماء اسلام اور جماعت اسلامی اور گلگت بلتستان کے اہلسنت عوام کا متفقہ مؤقف ہے۔ اگر میری ذاتی رائے ہوتی تو کبھی بھی اس کو بیان نہ کرتا۔

☆ دوران اجلاس جامعہ قاسمیہ کے مہتمم مولانا عبدالکریم تشریف لائے، تھوڑی دیر کے بعد قاضی نثار کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ ہمارے لیے خوش قسمتی کی بات ہے کہ آپ آج ہمارے ہاں تشریف لائیں، آج جمعہ کا دن ہے مناسب یہی یہ کہ جمعہ آپ پڑھائیں۔

☆ قاضی نثار نے بخوشی جمعہ پڑھانے کا عندیہ دے دیا اور "ولذکر اللہ اکبر" کے عنوان پر بہترین تقریر کی۔

☆ بعد نماز جمعہ مولانا عبدالکریم نے مہمانوں کو طعام کا بندوبست کیا۔

☆ تمام علماء کرام نے اپنی خواہشات اور نیک تمناؤں کو برملا اظہار کیا۔

☆ قاضی نثار نے سب کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اگر ہمارے مؤقف میں کسی کو کوئی ابہام یا اشکال ہے تو میں آپ کے ساتھ دوبارہ بھی نشست کرنے کو تیار ہوں، جہاں آپ چاہو، بیٹھے گے۔

☆ مولانا سرور شاہ نے وعدہ کیا کہ اہلسنت کے مؤقف کو جی بی اسمبلی میں اُٹھائیں گے۔

☆ یہ بھی طے ہوا کہ مولانا عطاء اللہ شہابؔ، رکن گلگت بلتستان کونسل و مشیر چیئرمین گلگت بلتستان کونسل، جناب سعید افضل، رکن گلگت بلتستان کونسل، جناب جمیل احمد، ڈپٹی اسپیکر جی بی اسمبلی کے ساتھ ایک نشست کا اہتمام کیا جائے گا۔

☆ دعا کے ساتھ عصر کے وقت مجلس کا اختتام ہوا۔

21 جنوری 2012ء/کی گہما گہمی

ا۔ اتحاد علماء کونسل کے ساتھ ایک فکری و عملی بیٹھک:

☆ ۲۱ جنوری کو قاضی نثار نے اپنا طبی معائنہ کروایا۔

☆ ۲۱ جنوری کو بعد نماز عصر جامع مسجد فاروق اعظم G-9 میں اتحاد علماء کونسل کے ذمہ داروں کے ساتھ ایک خصوصی بیٹھک کی۔

☆ اس بیٹھک میں اتحاد علماء کونسل کے صدر مولانا ثناء اللہ غالبؔ، نائب صدر مولانا حسین طارق، سیکریٹری جنرل قاری عطاء الرحمان، رہنماء مولانا حضرت خان زاہدؔ، مولانا نائب خان، انجمن اہلسنت اسکردو کے صدر جناب حافظ بلال زبیریؔ، تنظیم طلبہ اہل سنت کے صدر جناب رئیس، سیکریٹری جنرل مولانا افضل، جمیعت علماء اسلام گلگت بلتستان کے مرکزی امیر مولانا لقمان حکیم کے پوتے برادرم اسرار اور گلگت بلتستان سے تعلق رکھنے والے دیگر احباب نے شرکت کی۔

☆ تمام حضرات نے قاضی نثار کو اسلام آباد میں خوش آمدید کہا۔

☆ قاضی نثار نے اپنی تمام روئیداد انکے سامنے رکھی۔

☆ نماز مغرب ادا کی گئی اور بعد نماز مغرب تمام علماء نے اپنی اپنی تجاویز پیش کیں۔

☆ جناب بلال زبیریؔ نے اسکردو کی کارگزاری سنادی، اہلسنت پر ہونے والے مظالم کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔

☆ اجلاس کے آخر میں طے پایا گیا کہ نور بخشیہ صوفیہ کے ساتھ نشست کا اہتمام کیا جائے گا۔

۲۔ اہلسنت والجماعت کے مرکزی لیڈر جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں کی تشریف آوری:

☆ بعد اختتام مجلس اہلسنت والجماعت پاکستان کے سیکریٹری جنرل جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں قاضی نثار سے ملاقات کے قاری عطاء الرحمٰن کی رہائش گاہ واقع فاروق اعظم مسجد G-9 میں تشریف لائے۔

☆ قاضی نثار نے علاقائی حوالے سے ان سے لمبی گفتگو کی۔

☆ شاہراہ قراقرم کی بندش اور اس کے حق میں نکالی جانے والی ریلی کا پورا پس منظر و پیش منظر ڈاکٹر ڈھلوں کے سامنے رکھا۔

☆ قاضی نثار نے اہلسنت کے مطالبات اور منظور شدہ قرارداد یں بھی ان کو پیش کیا۔

☆ ڈاکٹر ڈھلوں نے کہا کہ ہم آپ کے مکمل حمایتی ہیں اور اپنے ہر اسٹیج سے اپکے مطالبات کا بانگ دہل حمایت کا اعلان کریں گے۔

☆ ملتان میں ہونے والی دفاع پاکستان کونسل کے اسٹیج سے بھی آپ کے مطالبات کو اُٹھائیں گے۔ کیونکہ وہاں اسٹیج اور نظم وضبط کی تمام ذمہ داریاں ہماری جماعت کے سپرد ہیں۔

۳۔ جامعہ قاسمیہ میں سیاسی عمائدین سے نشست

☆ ڈاکٹر ڈھلوں سے فراغت کے بعد جامعہ قاسمیہ روانہ ہوئے جہاں گلگت بلتستان کے سیاسی عمائدین سے ملاقات طے تھی۔

☆ جامعہ قاسمیہ میں مولانا عطاء اللہ شہابؔ، مشیر چیئر مین گلگت بلتستان کونسل، جناب مولانا سرور شاہ، رکن اسمبلی، جناب سعید افضل، رکن گلگت بلتستان کونسل انتظار کر رہے تھے۔

☆ مولانا سرور شاہ صاحب نے نشست و برخاست اور دعوت کا انتظام کر رکھا تھا۔

☆ سب سے پہلے قاضی نثار نے اپنی بات کا آغاز کیا اور گلگت بلتستان کے آئینی پہلو اور کشمیر کے ساتھ تاریخی تعلق کا تفصیلی جائزہ لیا۔

☆ ممبران حضرات پر زور دیا کہ وہ موجودہ پیکج میں مکمل اصلاحات کے لیے اسمبلی اور کونسل میں فعالیت کا مظاہرہ کریں۔

☆ مولانا عطاء اللہ شہاب ایک جید عالم دین ہیں، سیاسی معاملات میں اچھی سوچ کے مالک ہیں۔ گفتگو بھی خوب کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی بات کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا کہ:

۱۔ ہم اس وقت پیپلز پارٹی کے اتحادی ہیں، اس لیے ہمیں کسی بھی تناظر میں وزیر اعلیٰ مہدی شاہ کی حمایت کرنی ہوتی ہے اور ان کے ساتھ چلنا ہوتا ہے۔

۲۔ اگر ہم موجودہ صوبائی پیکج کے حوالے یا کسی بھی اور معاملے میں پیپلز پارٹی کی مخالفت کرتے ہیں تو اسمبلی چھوڑ کر آپ کے ساتھ مدرسے میں ٹھہرنا پڑتا ہے۔

۳۔ مولانا شہابؔ نے دبے الفاظ میں فرمایا کہ ہم کوشش کریں گے کہ قوم کے مسائل کو اسمبلی میں اُٹھائیں مگر

یہ جلدی ممکن نہیں تاہم مناسب وقت پر اپنا کردار ادا کرتے رہیں گے۔

۴۔ مفتی محمودؒ اسمبلی میں تھے اور حضرت بنوریؒ باہر تھے مگر یہ دونوں ایک دوسروں کو سیلوٹ کرتے تھے لہذا اس وقت ہم اسمبلی میں ہیں اور آپ باہر ہیں لہذا ہمیں ایک دوسروں کی مدد کرنی چاہئے۔

☆ مولانا شہاب کے ساتھ بیٹھے مولانا حق نواز نے جواب آں غزل کے طور پر کہا کہ مولانا مفتی محمودؒ اور مولانا یوسف بنوریؒ کے نظریات و مقاصد جمیلہ تو ایک تھے جبکہ آپ اور قاضی نثار اور اہل سنت کے نظریات، خیالات اور مقاصد بالکل مختلف ہیں۔ اگر واقعی علماء کے ساتھ آپ کے نظریات ایک ہیں تو ارکان اسمبلی، اسمبلی میں اہل سنت کے مؤقف کو ظاہر کیوں نہیں کرتے ہیں۔

☆ مولانا شہاب نے کہا کہ قاضی صاحب! آپ ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں نا، جب پروفیسر غلام حسین سلیم وزیر اعظم کے مشیر بن کر اسکردو گئے تو وہاں کے عوام نے ان کا بہت بڑا استقبال کیا، آپ بھی ہمارے لیے استقبال کا اہتمام کریں، قاضی نثار کہنے لگے کہ: آپ کا استقبال کرنے میں کوئی برائی نہیں، میں بکرا ذبح کرکے آپ کے استقبال کا اہتمام کرونگا۔ اگر میرے استقبال سے کام چلتا ہے تو دسیوں دفعہ کرونگا مگر آپ سنی قوم کے نمائندہ تو بن کر دکھائیں، آپ کھل کر اہلسنت کے مسائل اجاگر تو کریں۔ اگر آپ نے اہلسنت عوام کے مسائل نہ اٹھائے تو خدا اور قوم دونوں کے سامنے آپ جوابدہ ہونگے۔ مجھے آپ کی صلاحیتوں کا اعتراف ہے۔ میں آپ کو اپنا بازو تصور کرتا ہوں۔

☆ جمیعت علماء اسلام اسکردو کے امیر مولانا حق نواز نے کہا کہ: گلگت بلتستان کشمیر کا حصہ ہے، یہ مؤقف کسی کا ذاتی نہیں بلکہ اہلسنت عوام و علماء کا متفقہ مؤقف ہے۔ جمیعت علماء اسلام اور جماعت اسلامی کا بھی یہی مؤقف ہے۔ اگر آپ ارکان اسمبلی اہلنست کا مؤقف سمجھ کر اس بات کو اسمبلی میں نہیں اٹھاتے ہو تو نہ اُٹھاؤ مگر اپنی جماعت کا مؤقف سمجھ کر تو اُٹھاؤ۔

☆ مولانا سرور شاہ نے کہا کہ آپ حضرات کو جو بھی فیصلہ ہوگا میں اس کو ماننے کے لیے تیار ہوں۔

☆ سعید افضل نے کہا کہ تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں کو ایک متفقہ فیصلہ کرکے قوم کو درپیش مسائل حل کرنے چاہیے۔

☆ اختتام نشست ان متفقہ امور پر ہوا کہ:

۱۔ مولانا عطاء اللہ شہاب گلگت بلتستان اور کشمیر کونسل کو ایک کرانے میں جد و جہد کریں گے۔

۲۔ مولانا سرور شاہ اور دیگر سیاسی عمائدین سیکریٹریٹ کو فوراً جوٹیال میں منتقل کرانے میں اپنی توجہ مبذول کرائیں گے۔

۳۔ آئندہ بھی سیاسی اور مذہبی علماء مل بیٹھ کر باہمی مشاورت سے اہلسنت کو درپیش مسائل کو حل کرنے کی کوشش کریں گے۔

22 جنوری 2012ء/سرگرمیاں

ا۔ نور بخشیہ صوفیہ کے وفد سے ملاقات:

☆ ۲۲ جنوری کو قاضی نثار نے جامعہ انوار القرآن واقع G-11-2 اسلام آباد میں نور بخشیہ صوفیہ کے ایک مرکزی وفد سے ملاقات کی۔

☆ قاضی نثار کے ساتھ مولانا حسین طارق، مولانا ثناء اللہ غالبؔ، حافظ بلال زبیریؔ، مولانا جاوید، قاری عطاء الرحمٰن اور مولوی حماد شامل تھے۔

☆ نوربخشیہ صوفیہ وفد میں مولوی بشیر، اور کافی تعداد میں نوربخشی مذہبی اور سیاسی افراد شامل تھے۔

☆ نوربخشیہ وفد کے اراکین نے ظاہر کیا کہ:

۱۔ ہم بھی روز اول سے ہی اس نام نہاد پیکج کے مخالف ہیں۔

۲۔ گلگت بلتستان بالخصوص اسکردو میں ہمارے ساتھ ایک فریق مسلسل ظلم و زیادتی کر رہا ہے۔

۳۔ تمام معاملات بالخصوص اس پیکج میں اصلاحات کے حوالے سے ہم اہلسنت کے ساتھ اتحادِ عمل چاہتے ہیں۔

۲۔ محترم حبیب الرحمٰن کی عیادت

☆ بعد نماز عصر قاضی نثار نے اپنے عم زاد برادر محترم حبیب الرحمٰن کی عیادت کی۔ محترم حبیب الرحمٰن ریڈیو پاکستان اسلام آباد سے شینا زبان میں خبریں نشر کرتے ہیں اور پاکستان ٹیلی ویژن میں شینا خبرنامہ کے پروڈیوسر ہیں۔

۳۔ ادارہ علوم الشرعیہ میں اساتذہ اور طلبہ سے ملاقات

☆ نماز عشاء جامعہ علوم الشرعیہ ڈھوکری میں ادا کی۔

☆ ڈھوکری کے مدرسے کے اساتذہ اور طلبہ سے ملاقاتیں کیں۔

☆ جامعہ علوم الشریعہ کے مہتمم جناب حاجی سمیع اللہ سے ان کے گھر میں جا کر ملاقات کی اور دیر تک مختلف امور کے حوالے سے ان سے گفتگو کرتے رہے۔

24 جنوری 2012ء/ آزاد کشمیر کے سابق صدر سردار عبدالقیوم سے ون ٹو ون ملاقات

☆ ۲۴ جنوری کو آزاد کشمیر کے سابق صدر جناب سردار عبدالقیوم کے ساتھ ملاقات کی۔

☆ قاضی نثار کے وفد میں مولانا حق نواز اور دیگر علماء شامل تھے۔

☆ قاضی نثار نے سردار صاحب کو گلگت بلتستان کے تمام پہلو پر تفصیلی بریفنگ دی۔

☆ سردار عبدالقیوم سے کہا کہ آپ اور آپ کی پارٹی کو اہلسنت عوام کے مؤقف کی بھرپور حمایت کرنی چاہیے۔

☆ سردار عبدالقیوم نے کہا کہ: قاضی صاحب! میں اپنی پارٹی کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس بلاؤں گا اور ان سے مشاورت کر کے تمام تفصیلات سے آپ کو آگاہ کرونگا۔

26 جنوری 2012ء/ خانپور روانگی

☆ ۲۴ جنوری کو قاضی نثار، مولوی حماد اور عرفان خانپور روانہ ہوئے، خانپور میں قاضی عبدالرزاقؒ کے رفیق کار اور جامع مسجد کے متولی جناب حبیب اللہ میرؔ صاحب کے صاحبزادے محترم شاہد کی وساطت سے کسی بندہ خدا نے خدمت دین کے لیے چار کنال زمین وقف کی تھی اس لیے قاضی نثار دیکھنے کے لئے وہاں گئے۔

☆ محترم شاہد میر اس سفر میں خود بنفس نفیس شریک سفر تھے۔

☆ خانپور میں وقف شدہ زمین انتہائی موزوں مقام پر ہے۔

☆ خانپور سے واپسی پر محترم جناب حبیب اللہ میر سے ملاقات کی۔
☆ دوپہر کا کھانا وہی تناول فرمایا اور میر صاحب کے ساتھ تفصیلی گفتگو فرمائی۔
☆ جامع مسجد گلگت کے تمام حالات ان کے سامنے رکھا، جن کو سن کر میر صاحب نے طمانیت کی اظہار کیا۔

طلبہ کنونشن میں شرکت

☆ عصر کے بعد جامع مسجد فاروق اعظم میں تنظیم طلبہ اہلسنت والجماعت پنڈی اسلام آباد کے منعقدہ کنونشن میں شرکت کی، کنونشن میں پنڈی اسلام آباد میں مدارس، کالجز اور یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم گلگت بلتستان سے تعلق رکھنے والے طلبہ کی بڑی تعداد شریک ہوئی۔
☆ قاضی نثار نے تمام طلبہ سے فرداً فرداً تعارف پوچھا۔
☆ قاضی نثار نے تمام طلبہ کو پند ونصیحت کی اور اتحاد واتفاق اور تعلیم میں محنت کی تلقین کی۔
☆ پیپلز سٹوڈنٹ اور مسلم لیگی طلبہ نے بھی کنونشن میں شرکت کی۔
☆ مسلم لیگ کے رہنماء فیض اللہ فراقؔ نے کہا کہ مسلم لیگ ن کا بھی یہی مؤقف ہے کہ گلگت بلتستان کشمیر کا آئینی، تاریخی وجغرافیائی حصہ ہے۔
☆ تربیتی کنونشن عصر تا عشاء جاری رہا اور دعا پر مختتم ہوا۔
☆ راولپنڈی ڈیفنس میں چودھدری طارق سے ملاقات کی۔
☆ قاضی صاحب اور قاری عطاء الرحمٰن نے ان سے کافی کچھ اہم امور کے بارے میں تبادلہ خیال کیا۔

27,28,29,30 جنوری 2012ء/ کی مصروفیات

☆ ۲۷ جنوری کو اخباری نمائندوں کے ساتھ گفت وشنید کے لیے ٹائم رکھا گیا پھر قلت وقت کی بنا پر اس سے منسوخ کرنا پڑا۔ اور اگلی دفعہ کے لیے ملتوی کیا گیا۔
☆ ۲۷ جنوری کو قاضی نثار نے گلگت بلتستان کے اعلی سرکاری عہدہ داروں سے اہم ملاقاتیں کی۔
☆ ۲۸ جنوری کو آزاد کشمیر کے وزیر اعظم کے ساتھ ملاقات کرنی تھی مگر وہ کسی ضروری کام کی بنا پر قبل از ملاقات مظفر آباد چلے گے اور پیغام کہلوا بھیجا کہ اگر انتہائی ضروری ہے تو کشمیر تشریف لے آئیے، بصورت دیگر تین دن بعد ملاقات ہوگی، قاضی نثار نے جواباً اطلاع بھجوائی کہ اگلی دفعہ ملاقات ہوگی۔
☆ نماز عصر کے بعد اپنے دانتوں کا ٹیسٹ کروایا۔
☆ شام کا کھانا قاری عبدالبصیر کی دعوت پر جامعہ علوم الشریعہ ڈھوکری میں تناول کیا۔

سہ ماہی نصرۃ الاسلام کا مطالعہ اور خوشی کا اظہار:

☆ ۲۹ جنوری کو سہ ماہی نصرۃ الاسلام کو میگزین کے ایڈیٹر جناب ابن شہزاد حقانی نے بذریعہ جہاز اسلام آباد پہنچایا۔
☆ اسلام آباد ائر پورٹ سے برادرم معاذ نے رہائش گاہ پہنچایا۔
☆ سہ ماہی نصرۃ اسلام، جامعہ نصرۃ اسلام کا ترجمان مجلّہ ہے۔

☆ گلگت بلتستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ ایک جامعہ سے باقاعدہ مجلّے کا اجراء جناب ابن شہزاد حقانی نے محترم قاضی نثار کے انتظام وانصرام اورادارت میں کیا ہے۔

☆ مجلّے کی کامیاب اشاعت پرفوراً مجلّے کے ایڈیٹر جناب حقانی کومبارکباددی۔

☆ مجلّے کی بروقت اشاعت پردلی طمانیت کا اظہار فرمایا۔

☆ حاضرین مجلس کومجلّے کی اشاعت، کام کی نوعیت اور حساسیت اور مشکلات سے آگاہ کیا۔

☆ مجلّے کو ماہنامہ بنانے کا عندیہ بھی دے دیا۔

☆ قاضی نثار نے میگزین کا تفصیلی مطالعہ فرمایا۔

☆ حاضرین مجلس کو بھی ایک ایک کاپی مطالعہ کے لیے دیا۔

☆ مجلّے میں کتابت کی غلطیاں دیکھ کر ایڈیٹر کوفون کیا اورنشاندہی کی۔

مولانا منیر کی شادی میں شرکت:

☆ ظہر کے بعد جناب مولانا منیر صاحب کی شادی میں شرکت کی، مولانا منیر قاضی نثار کے شاگرد ہیں۔

☆ مولانا عطاء اللہ شہاب نے بھی شادی میں خصوصی شرکت کی اور قاضی نثار نے تمام مہمانوں بالخصوص شہاب سے علاقائی امور پر گفتگو کی۔

☆ آخر میں تمام معزز مہمانوں کی خدمت میں نصرۃ الاسلام کا ایک ایک مجلّہ پیش کیا۔

☆ تمام شرکاء نے مجلّے کی کامیاب اشاعت پرایڈیٹر، چیف ایڈیٹر اورادارے کے منتظمین کومبارک باد دیں۔

☆ مولانا شہاب نے انتہائی مسرت کا اظہار کیا اور ساتھ کہا کہ نصرۃ الاسلام کی افادیت واہمیت پرانشاء اللہ ماہنامہ شہاب پر تفصیلی جائزہ لونگا۔

☆ شادی سے فراغت کے بعد ایک بار پھر اپنی بڑی بہن کے حضور حاضر ہوئے۔

☆ ۳۰ جنوری کوقاضی نثار نے مختلف ملاقاتوں میں گزارا۔

☆ ۳۱ جنوری کوگلگت روانگی تھی مگر ساتھیوں کے اصرار پرارادہ ملتوی کیا کیونکہ کچھ معاملات باقی تھے۔ٹکٹ کینسل کروایا۔

☆ سفر اسلام آباد کے چند اعلیٰ سرکاری ذمہ داروں سے اہم ملاقاتیں کیں اور لازمی امور سلجھائے۔

☆ جناب سابق چیف جسٹس سپریم اپیلیٹ کورٹ گلگت بلتستان محمد نواز عباسی نے رابطہ کیا اور قاضی صاحب سے کہا کہ گلگت میں اتنا طویل عرصہ رہنے کے باوجود بھی آپ سے ملاقات نہ ہوسکی لہذا آپ اگر ملاقات ہوجائے تو بہتر ہے یوں اس سفر میں ان سے بھی ملاقات ہوئی اور کچھ امور زیر بحث آئے۔

☆ گورنر گلگت بلتستان جناب پیر کرم علی شاہ سے بھی ون ٹوون ملاقات رہی اور علاقے میں امن وآمان اور دیگر دگرگوں صورت حال کے بارے گفتگو ہوئی۔

☆ ۳ فروری تک تمام معاملات سلجھا کردم لیا۔

خرابی موسم کی وجہ سے ہوائی سفر نہ ہوسکا، بالآخر بذریعہ روڈ ۳ فروری کوگلگت روانہ ہوئے۔

کالم کارنر

تحریر: امیر جان حقانی

آہ صد آہ!

گلگت جل رہا ہے......

میرے ہمسائیگی میں ایک لاش ہے آہ !!! مجھ میں لاش دیکھنے کی ہمت کہاں اور وہ بھی ۱۱سالہ معصوم بچے کی۔ ۳اپریل کو اتحاد چوک میں دستی بم حملے میں شہید ہونے والے ۱۱سالہ ندیم کے عزیز واقارب کی آہیں سنیں تو کلیجہ منہ کو آ گیا اور دل پھٹنے لگا......

مبارک ہو! اے وہ جنہیں اس علاقے کا امن کبھی نہیں بھاتا، آج تمہاری روحیں آسودہ ہیں، تمہارا دل خوش ہے اور تمہاری مرادیں پوری ہونے کو ہیں اور تمہارے آقا بھی تمہیں تھپکیاں دے رہے ہیں۔ بس تم خوش رہو کوئی بات نہیں کہ گلگت میں آگ لگے، دھواں اُٹھے عورتیں بیوہ ہو جائیں، بچے یتیم ہو جائیں اور سہاگ لُٹیں۔ آج تین اپریل شام کا وقت ہے، دن بھر گلگت، سلطان آباد، نگر اور چلاس میں انسانوں کا خون بہتا رہا اور میری آنکھوں سے بھی خون کے آنسو بہتے رہے۔ سچی بات یہ ہے کہ میں فطرتاً بزدل واقع ہوا ہوں۔

سارا دن گھر میں ہی کبیدہ خاطر حالات پر کڑھتا رہا۔ ضلع دیامر سے تعلق ہونے کے باوجود فائرنگ اور اسلحہ سے ڈر لگتا ہے۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ جب سے ہوش سنبھالا ہے قلم اور کاغذ کے ساتھ واسطہ پڑا ہے اور عنفوان شباب کے سب سے خوبصورت ایام کراچی میں تعلیم و تعلم میں بتائے ہیں۔ ۳اپریل ۲۰۱۲ء کو سارا دن گھر میں ہی گزارا، پَر پل پل کی خبر سے باخبر رہا۔ اتحاد چوک گلگت میں دستی بم حملہ اور فائرنگ میں شہید ہونے اور زخمی ہونے والوں کی دلخراش نیوز ہوں یا چلاس (یشوگل داس) میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھنے والوں کی دلدوز خبریں نے مجھے ذہنی طور پر مفلوج کر رکھا ہے۔ میں ان کا نوحہ لکھنے بیٹھا ہوں۔ معلوم نہیں لکھ پاؤں گا کہ نہیں۔ بس ملول طبع اور آزردہ دل کی آہیں ہیں قبول کر لیجئے گا، مختصر ہی سمجھ کر۔

نفرت کی لکیریں کھینچی جا چکی ہیں، بے سود جنگ میں سیاست دانوں اور مذہبی رہنماؤں کے بیانات، تقریروں، احتجاجی مظاہروں، ہڑتالوں اور مطالبوں میں شدت آ چکی ہے۔ مختلف مسالک اور علاقوں میں محاذ آرائی کا سلسلہ چل نکلا ہے۔ جس کے باعث علاقائی نظم و نسق ابتری کا شکار ہے۔ شہریوں کی زندگی اجیرن بن چکی ہے جبکہ زرداروں اور "شاہوں" (کرم شاہ اور مہدی شاہ) کے لئے عیش و طرب کے نئے نئے راستے کھل گئے ہیں اور ان کے پٹھو بھی بغلیں بجا رہے ہیں اور میڈیائی ذرائع سے ملنی والی اطلاعات پر انحصار کر کے کسی میڈیا کے نمائندے کو فون کر کے سپر لیڈ لگانے کی تلقین کر کے سمجھتے ہیں کہ انہوں نے فریضہ ادا کر دیا ہے۔ تضادات و اختلافات نے معاشرے کو ایک ہیجان میں مبتلا کر رکھا ہے۔ ہر آدمی حالات سے شاکی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ کوئی بڑی افتاد آ پڑنے والی ہے۔ عوامی نمائندوں پر سے اعتماد اٹھ چکا ہے اور ان کی عوام دوستی کا سارا بھرم کھل گیا ہے۔

لوگ منافقت کی سیاست سے تنگ آچکے ہیں۔انہیں شدید احساس ہو چکا ہے کہ گلگت بلتستان کی بقا سیاسی راست بازی، سیاسی شائستگی اور مذہبی لیڈروں کی وسعت ظرفی اور کشادہ دلی میں مضمر ہے مگر سیاسی و مذہبی رہنما ان اوصاف حمیدہ سے عاری نظر آتے ہیں۔ دل و دماغ میں انگاروں کی مانند سوالات دھک رہے ہیں۔ ہر ایک اپنا ہی راگ الاپ رہا ہے۔ مشترکات کی بات کرنا جرم بن گیا ہے۔اور ایک طبقہ جس کا نام لینا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے ان تمام سیاسی ٹامک ٹوئیاں مارنے والوں اور مسلکی ٹائیں ٹائیں فشوں پر ہنس رہا ہے اور ان کی بچگانہ حرکتوں سے محظوظ ہو رہا ہے۔ ہے کوئی خلقِ خدا میں؟ کہ ان کو لگام دے۔اور ہے کوئی سچا راوی؟ جو جان ہتھیلی پر رکھ کر ان کے خبث باطن کو ظاہر و باہر کرے اور ہے کوئی اعلیٰ ادارہ؟ جو اُن کی انسان کشی پر سوموٹو ایکشن لے۔شاید بالکل بھی نہیں۔

میرے ہمسائیگی میں ایک لاش ہے۔آہ !!! مجھ میں لاش دیکھنے کی ہمت کہاں اور وہ بھی ۱۲ سالہ معصوم بچے کی۔ ۳ اپریل کو اتحاد چوک میں دستی بم حملے میں شہید ہونے والے ۱۲ سالہ ندیم کے عزیز و اقارب کی آہیں سنیں تو کلیجہ منہ کو آ گیا اور دل پھٹنے لگا۔ ندیم ولد عبدالحکیم ساکن بار گو گلگت آٹھویں کلاس کا طالب علم تھا۔ اُف! آج کا دن کتنا بد قسمت دن ہے۔اب تک کی اطلاعات یہ ہیں کہ کشروٹ ہسپتال میں چالیس زخمی کراہ رہے ہیں اور سات معصوم لوگ داعی اجل کو لبیک کہہ چکے ہیں۔ چلاس ہسپتال میں ۹ بے گناہ مسافروں کی بے یار و مددگار لاشیں چیخ چیخ کر دہائیاں دی رہی ہیں کہ ہے کوئی اس دھرتی میں جو انصاف مہیا کر سکیں۔ چلاس اور گوہر آباد کے علماء و سرکاری انتظامیہ سینکڑوں محصور مسافرین کو لے کر گلگت روانہ ہو چکے ہیں امید ہے کہ ان کو عافیت سے ان کے مسکن تک پہنچا دیا جائیگا۔اور کتنے ہیں جو ضلع ہنزہ نگر اور دیامر میں محصور ہیں۔ان کے بارے میں درست معلومات کسی کے پاس نہیں۔اور نہ ان کی حفاظت کا کوئی مناسب بندوبست۔ آہ ندیم شہید! تم تو خوش قسمت ہو کہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے مگر لواحقین کو تم وہ بھاری زخم و گھاؤ دے گئے کہ جو کبھی مندمل ہونے والا نہیں۔یہ ایک ندیم کی بات نہیں۔آج ایسے کئی ندیم ہیں جو اپنے اپنے اقارب کو گہرے زخم دیکر کہیں دور جا چکے ہیں۔ بہت ہی دور جہاں ملاقات موت کے بعد ہی ممکن ہے۔

قارئین! میں لکھتے لکھتے یہاں پہنچ گیا تھا کہ ندیم کی لاش ایمبولنس میں دروازے کے سامنے پہنچائی گئی۔ میں قلم کاغذ چھوڑ ا اور بھاگ کر اس کی میت تک جا پہنچا اور صرف اور صرف تین سیکنڈ اُن زیارت کی۔اس سے زیادہ کی مجھ میں تاب کہاں۔ ۱۳ سالہ شہزاد عالم ولد عبدالرحمٰن ساکن گونر فارم بھی بم حملہ اور فائرنگ میں شہید ہوئے۔ ہائی سکول نمبر 1 گلگت کے ہفتم کلاس کے اسٹوڈنٹ تھا۔ کتنے معصوم چہرے، حساب کتاب سے بالکل پاک و صاف، میں اس وقت لکھ رہا ہوں مگر آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہیں۔ عجب تفاوت ہے کہ چلاس میں ایس پی جمشید صاحب مسافروں کی حفاظت کرتے کرتے شدید زخمی ہوئے اور گلگت میں ان کا بھتیجا شہزاد عالم سفاک قاتلوں کے ہاتھ جام شہادت نوش کر گیا، کنوداس قبرستان میں شہزاد عالم کے والد میرا ہاتھ تھام کو دعا کی درخواست کر رہے ہیں اور میرے ہمسائیگی سے ندیم کی ماؤں، بہنوں ، دادیوں، نانیوں، خالاؤں کی آہ و بکا کی آوازیں آرہی ہیں۔ کہیں دور سے راشد ولد جمعہ خان، رحمت اللہ، بصیر اللہ اور دیگر

شہداء کے اقارب کی روح فرسا آوازیں بھی مجھے بیقرار و بے کل کر رہی ہیں۔ اور کتنے شہیدوں کے پسماندگان کی گریہ و زاری مجھے بے دل و دماغ اور بے دَم کرنے کے لئے مچل رہی ہے۔ بے شک اسلام میں آہ و بکاء کی کہاں گنجائش ہے مگر پیارے حبیب علیہ السلام بھی تو اپنے نابالغ بیٹے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی میت دیکھ کر پرنم ہوئے تھے اور فرمایا تھا کہ:

''یا ابراہیم انالمحزونون بفراقک'' یعنی اے ابراہیم ہم تیری جدائی پر مغموم ہیں۔

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ'' لیس منا من ضرب الخدود و شقّ الجیوب و دعا بدعوی الجاھلیة'' یعنی نہیں ہے ہم میں سے وہ شخص جو مارے (کسی میت پر) رخساروں کو اور پھاڑے گریبانوں کو اور چیخے، چلّائے اہل جاہلیت کی طرح۔ مگر لوگوں کو کیسے سمجھایا جائے!

آہوں کے دھوئیں نکلتے ہی جا رہے ہیں۔ آج کے دن کتنی مائیں اپنے پیاروں پر آنسوؤں کی سوغات نچھاور کر رہی ہوں گی۔ کتنی سہاگنیں لٹ چکی ہوں گی اور کتنے باپ اپنے بیٹوں سے محروم ہو چکے ہونگے اور کتنے بھائی اپنے بھائیوں کی جدائی میں دھاڑیں مار مار کر رو رہے ہونگے۔ آہ صد آہ! انسانیت پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے والو! اور انسانی خون کے بیوپاریو! کیا کبھی تم نے سوچا ہے کہ اس کا درد کتنا سخت ہوتا ہے؟ تم کیوں سوچو گے۔ تمہارا تو کچھ نہیں بگڑا ہے نا؟ تمہارے کسی عزیز کا خون تو نہیں بہا ہے نا۔

اے وہ حکمرانو! اسلام آباد کے نرم گرم بستروں پر تمہیں نیند کیسے آتی ہے؟ کیا تمہارے سینے میں دل نہیں ہے؟ کیا تم انسانی فطرت سے انکاری ہو؟ کیا خلق خدا کو اس طرح کٹتے دیکھ کر تمہارا دل نہیں پسیجتا ہے؟ کیا سرخ و سفید معصوم چہروں پر لگا حنائی خون تمہیں جھنجھوڑنے کے لئے کافی نہیں؟ کیا جان بحق ہونے والے اور موت و حیات کی کشمکش میں پڑے بے گناہ لوگوں کا دکھ، درد اور آہیں آپ کی نیندیں اُڑانے کے لئے کافی نہیں ہیں؟ کیا یہ خونی تماشے دیکھ دیکھ کر تمہارا دل اکتا نہیں گیا ہے؟

کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ ان خونیں معاملات و واقعات کا اعلیٰ ترین سطح پر غور کیا جائے اور اپنی حدوں سے تجاوز کرنے والوں کا کڑا محاسبہ کیا جائے اور دن دیہاڑے لوگوں کو مارنے اور اسلحہ کی نمائش کرنے والے اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے جیسی مکروہ روایات کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا جائے۔

کیا اب بھی وقت نہیں آیا ہے کہ گلگت بلتستان کو مقتل بنانے والوں کو بے نقاب کیا جائے اور عوام کو بتلایا جائے کہ اس دھرتی میں آگ اور خون کی ہولی کھیلنے والا اصل طبقہ کون ہے۔ حکومت، عوام، عدلیہ و انتظامیہ اور فوج کو مل کر ان پُر تشدد واقعات کے حوالے سے بے لاگ تحقیق کا اہتمام کرنا چاہیے اور جو بھی ملوث ہو اس کا محاسبہ ہونا چاہیے اور آئندہ سے حدود میں رکھنے کے لئے سخت اقدامات کرنے چاہئیں۔ اگر ایسا نہیں ہوتا ہے تو سمجھ لو کہ اب تو آگ اور خونی کھیل کا ابتداء ہے انتہا کیا ہوگی۔ فاعتبروا یااولی الابصار!

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اخبار وسرگرمیاں

جامعہ نصرۃ الاسلام گلگت کے شب وروز......

انچارج: مولانا حبیب اللہ دیدار، ترتیب: ابن شہزاد حقانی

29 دسمبر 2011ء/ رئیس الجامعہ اور جامعہ کے اساتذہ کا تبلیغی اجتماع چلاس میں خصوصی شرکت

29 دسمبر 2011ء کو رئیس الجامعہ قاضی نثار احمد اور جامعہ کے دیگر اساتذہ نے تبلیغی جماعت کے منعقدہ تین روزہ اجتماع واقع چلاس میں خصوصی شرکت کی، ان کے ساتھ تنظیم اہلسنت کے مرکزی رہنماء مولانا منیر احمد بھی تھے۔ اور جامعہ کے استاد مولانا حبیب اللہ بھی۔ رئیس الجامعہ نے اجتماع کے بعد مقامی اور مہمان علماء کرام کے ساتھ خصوصی ملاقاتیں کی اور انہیں گلگت بلتستان میں ہونے والی دینی اور مذہبی سرگرمیوں سے آگاہ کیا۔

31 دسمبر 2011ء/ رئیس الجامعہ کا مدرسہ عروۃ الوثقیٰ چلاس میں ایک اہم اجلاس کی صدارت

31 دسمبر 2011ء کو رئیس الجامعہ قاضی نثار احمد نے بابا چلاسی کے مدرسہ عروۃ الوثقیٰ چلاس میں تنظیم اہلسنت والجماعت کے مرکزی امیر کی حیثیت سے ایک اہم اجلاس کی صدارت کی۔ اس اجلاس میں تنظیم کے تمام اہم عہدہ داروں نے شرکت کی۔ اجلاس میں حالات حاضرہ پر تفصیلی گفتگو ہوئی اور آئندہ کے لیے لائحہ عمل بھی طے کیا گیا۔ اور آئندہ اجلاس ۲۲ جنوری کو رکھا گیا۔

اجلاس میں مولانا حبیب اللہ مسئول وفاق المدارس گلگت بلتستان بھی شامل تھے۔ چلاس کے جید علماء کرام اور معززین نے بھی خصوصی شرکت کی۔

یکم جنوری 2012ء/ جامعہ نصرۃ الاسلام اور جامعہ عائشہ صدیقہؓ میں سہ ماہی امتحان کا آغاز

یکم جنوری 2012ء کو جامعہ نصرۃ الاسلام للبنین اور جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات میں باقاعدہ سہ ماہی امتحانات شروع ہوئے۔ دونوں جامعات کا الحاق وفاق المدارس کے ساتھ ہے اس لئے امتحانات بھی بطرز وفاق ہوئے اور سات جنوری کو دونوں جامعات میں سہ ماہی امتحان اختتام پذیر ہوئے۔ جامعہ نصرۃ الاسلام کے اساتذہ اور جامعہ عائشہ صدیقہ کی معلمات نے انتہائی خوش اسلوبی سے امتحانات کے انعقاد کو ممکن بنایا۔

بنین کی نگرانی ناظم تعلیمات شیخ الحدیث مولانا خلیل داریلی اور بنات کی نگرانی کے فرائض محترمہ بنت امیر خان، ناظمہ تعلیمات نے سرانجام دیں۔

دوران امتحانات ناظم تعلیمات مولانا خلیل الرحمٰن داریلی صاحب امتحانی مراکز کا دورہ ونگرانی کرتے رہے

اور بغیر تعطیل کے آٹھ جنوری کو دونوں جامعات میں اسباق شروع کیے گے۔

9 جنوری 2012ء/ جماعت اسلامی گلگت بلتستان کے مرکزی وفد کی رئیس الجامعہ سے ملاقات

9 جنوری 2012ء کو جماعت اسلامی گلگت بلتستان کے ایک مرکزی وفد نے مولانا عبدالسمیع کی سربراہی میں رئیس الجامعہ قاضی نثار احمد کے ساتھ ایک تفصیلی ملاقات جامعہ نصرۃ الاسلام میں کی، وفد نے گلگت بلتستان کے دگر گوں حالات کے بارے بڑی دیر تک رئیس الجامعہ سے گفتگو کی۔ نام نہاد انتظامی پیکج کے حوالے سے بہت اہم گفتگو ہوئی، وفد کے مرکزی ارکان نے رئیس الجامعہ کی مساعی کو سراہا۔ رئیس الجامعہ نے ان کی حسب مراتب عمدہ تواضع کی۔

11 جنوری 2012ء/ ایم کیو ایم گلگت بلتستان کا ایک 15 رکنی مرکزی وفد کا رئیس الجامعہ سے ملاقات

11 جنوری 2012ء کو ایم کیو ایم گلگت بلتستان کے ایک ۱۵ رکنی وفد نے جامعہ نصرۃ الاسلام کے لان میں رئیس الجامعہ اور دیگر اساتذہ سے ایک لمبی نشست کی۔ انجینئر احمد جوائنٹ انچارج گلگت بلتستان کی قیادت میں حلقہ (۱) گلگت اور حلقہ (۲) گلگت کے تمام ذمہ دار جامعہ تشریف لائے، انہوں نے گلگت بلتستان کے حالات پر گفتگو کی اور ایم کیو ایم کیو کی کوششوں کو شد ومد کے ساتھ بیان کیا اور حالات کی نزاکتوں کو بھی سامنے رکھا۔

رئیس الجامعہ نے ان کے سامنے اپنا مؤقف بہت خوبصورت انداز میں پیش کیا اور ان کو تلقین وتاکید کی کہ اپنی دینی اور مذہبی حمیت کو ہرگز فراموش نہیں کیا جانا چاہیے۔ جہاں بھی کام کرو مگر اپنا دینی وقار ملحوظ خاطر رہنا چاہیے، رئیس الجامعہ کے ساتھ کے ساتھ مولانا حبیب اللہ اور امیر جان حقانی، محترم نواز صاحب اور دیگر بھی شامل تھے۔ ملاقات خوشگوار رہی، آخر مجلس میں دعا کے ساتھ اختتام کی گئی۔

12 جنوری 2012ء کو جامعہ نصرۃ الاسلام اور جامعہ عائشہ صدیقیہ کے سہ ماہی رزلٹ کی ایک پروقار تقریب

تقریب جامعہ کے غرفۃ الصلاۃ میں منعقد ہوئی۔ تقریب سے پہلے جامعہ نصرۃ الاسلام کے تمام اساتذہ کی ایک میٹنگ رئیس الجامعہ کی زیر صدارت ہوئی، جس میں مفتی عبدالباری، مولانا خلیل، مولانا بشیر، مولانا حبیب اللہ، مفتی اویس، مفتی جلال الدین، مفتی سرتاج صاحب، مولانا امیر جان حقانی، ماسٹر امان اللہ، ماسٹر انیس اور قاری عبدالعظیم، مولانا لطیف الرحمان اور بنات کے ناظم امور خارجی مولانا خلیق الرحمٰن نے شرکت کی۔

بنین اور بنات اور حفظ وناظرہ قرآن کے رزلٹ کا تفصیلی جائزہ لیا گیا۔ جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات کا رزلٹ مجموعی طور پر انتہائی اچھا تھا، تمام اساتذہ اور رئیس الجامعہ نے اطمینان کا اظہار کیا۔ میٹنگ کے بعد جامعہ کے غرفۃ الصلاۃ میں ایک تقریب ہوئی جس میں رئیس الجامعہ اور ناظم تعلیمات نے بیانات کیے اور ناظم تعلیمات مولانا خلیل نے پوزیشن ہولڈرز کا نام پڑھ کر سنایا۔ جامعہ نصرۃ الاسلام میں درجہ خامسہ کے طالب علم عبدالقادر نے اور جامعہ عائشہ صدیقہ کی درجہ عالمیہ کی طالبہ بنت قاری غلام اکبر نے پورے مدرسے میں اول پوزیشن کا شرف حاصل کیا۔

17 جنوری 2012ء/ رئیس الجامعہ کا جامعہ کی رہائش گاہ کا سنگ بنیاد

17 جنوری 2012ء کو جامعہ نصرۃ الاسلام میں جامعہ کے رئیس کی اقامت گاہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ (بقیہ صفحہ ۳۵ پر)

قرار دادیں

حالات حاضرہ پر مختلف قراردادیں!

"تنظیم اہلسنت والجماعت گلگت بلتستان وکوہستان" گلگت بلتستان وکوہستان کے اہلسنت عوام کی سب سے بڑی سیاسی و مذہبی اور دینی پارٹی ہے۔ تنظیم اہلسنت کئی عشروں سے علاقائی عوام کی دینی وسیاسی رہنمائی کرتی چلی آرہی ہے۔ اس تنظیم کا قیام اولین رہنماؤں کے ذریعے اکابر علماء کرام بالخصوص شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مفتی محمودؒ اور حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستیؒ اور دیگر اکابر سے طویل مشاورت کے بعد روبہ عمل آیا تھا۔ تنظیم کے بانی اور اولین امیر وصدر بطل حریت قاضی عبدالرزاقؒ تھے اور اب اس تنظیم کی قیادت وسیادت قاضی صاحب مرحوم کے فرزندار جمند قاضی نثار احمد حفظ اللہ کے پاس ہے۔ تنظیم کی طرف سے وقتا فوقتا مختلف قراردادیں لائی جاتی ہیں اور پریس ریلیز جاری کیے جاتے ہیں، بعض اہم قراردادوں اور پریس ریلز کی افادیت واہمیت کے پیش نظر، حکومت کی توجہ اور افادہ عام کی خاطر "سہ ماہی نصرۃ الاسلام" میں شائع کیا جانے کا فیصلہ ادارتی بورڈ کی جانب سے کیا جا چکا ہے، امید ہے کہ آپ مسلمانوں کی اس ضرورت اور فکر کے ساتھ شریک ہونگے اور تائید بھی فرمائیں گے۔ ادارہ

قرار داد نمبر(۱)

شاہراہ قراقرم کی بندش پر دیامر کے علماء وعوام سے اظہار یکجہتی کے موقع پر منظور شدہ قرارداد......

ضلع دیامر کے علماء وعوام سے یکجہتی کے طور پر "تنظیم اہلسنت والجماعت" نے گلگت سٹی میں بعد نماز جمعہ 13 جنوری 2012ء کو ایک تاریخ ساز احتجاجی مظاہرہ کیا جس میں لاکھوں باشندگان گلگت نے شرکت کی، یہ گلگت کی تاریخ کا سب سے بڑا احتجاجی مظاہرہ تھا۔ احتجاجی مظاہرے سے مولانا لقمان حکیم سرپرست جے یو آئی گلگت بلتستان، مولانا قاضی نثار احمد خطیب جامع مسجد وامیر تنظیم اہل سنت والجماعت گلگت بلتستان وکوہستان، جناب محمد نواز جنرل سیکریٹری تنظیم اہلسنت، جناب مولانا عطاء اللہ ثاقب صدر اہلسنت والجماعت گلگت، جناب حمایت اللہ سابق ممبر لیجسلیٹیو اسمبلی اور دیگر نے خطاب کیا اور آخر میں ایک قرارداد بھی متفقہ طور پر پاس کی گئی، جو حسب ذیل ہے:

ا۔ گلگت شہر بدامنی کا مرکز بنا ہوا ہے، مہدی شاہ حکومت علاقے میں قیام امن کیلئے مخلص نہیں ہے بلکہ فرقہ واریت اور علاقائیت میں مدد ومعاون بنی ہوئی ہے۔ علاقہ آگ وخون میں گرا ہوا ہے اور وزیر اعلی اور اسکے وزراء پروٹوکول اور سیر وسیاحت میں لگے ہوئے ہیں۔ محض اخباری بیانات پر اکتفا کئے ہوئے ہیں، صوبائی حکومت مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے۔ اس حکومت کا مزید رہنا سیکورٹی رسک ہے۔

گلگت بلتستان چار ہزار سال قبل مسیح سے ریاست کشمیر کا جز لاینفک رہے ہیں، چونکہ یہ علاقے حکومت پاکستان نے آزادی حاصل کیے جانے کے بعد بھی متنازعہ تسلیم کر رکھے ہیں، اس لیے تنظیم اہلسنت والجماعت متفقہ طور پر موجودہ نام نہاد لولی پاپ ٹائپ پیکج کو مسترد کرتے ہوئے مطالبہ کرتی ہے کہ گلگت بلتستان کو آزاد کشمیر کے ساتھ ملا کر تادم استصواب منسلک کر کے آئینی سیٹ اپ دیا جائے۔ موجودہ ناکام ترین حکومت کو مزید مہلت دی گئی تو علاقہ ناقابل تلافی نقصان سے دوچار ہو جائے گا۔

۲۔گلگت شہر میں درجنوں ایجنسیاں کام کررہی ہیں،شہر میں انٹرل سیکورٹی کے نام پہ سالانہ پچاس سے ساٹھ کروڑ روپے خرچ ہورہے ہیں۔قانون نافذ کرنے والے اداروں کی بھرمار ہے۔پولیس کی وافر نفری ہے، رینجرز اور ایف سی کی الگ فورس ہے جبکہ گلگت سکاؤٹس بھی ہیں لیکن دہشتگردی پر قابو نہیں پایا جاسکا۔اہلسنت ملازمین کی کوئی سیکورٹی نہیں ہے، پولیس مہدی فورس بنی ہوئی ہے۔وہ ملکی نہیں مسلکی فورس ہے۔دہشتگردوں کو پناہ دینا اس فورس کا وطیرہ بنا ہوا ہے،حال ہی میں چلاس سے تعلق رکھنے والے شہید عبدالوکیل کا قتل بھی پولیس کی موجودگی میں ہوا۔ اہلسنت والجماعت کا موجودہ پولیس پر عدم اعتماد ہے،لہٰذا مطالبہ کیا جاتا ہے کہ ایجنسیوں کو فعال بنایا جائے۔پولیس میں توازن قائم کیا جائے اور پولیس فورس سے دہشتگردی کو ختم کیا جائے۔اہلسنت ملازمین کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے سول سیکریٹریٹ کو فی الفور جوٹیال منتقل کیا جائے،اگر ایسا نہ ہوا تو اہلسنت راست اقدام پر مجبور ہوگی۔

۳۔گلگت میں قانون نام کی کوئی چیز موجود نہیں،انارکی پھیلی ہوئی ہے۔عدالتوں سے انصاف میسر نہیں ہے۔مقامی اور غیر مقامی کا تنازعہ چل رہا ہے،ایک مخصوص طبقے کے ملزموں کو فوراً کاروائی سے گزارا جاتا ہے اور دوسرے طبقے کے محبوس افراد کے ساتھ غیر ضروری حربے استعمال کر کے ہفتے کا کام مہینوں پر ٹالا جاتا ہے۔ججوں کا غیر متعصب ہونا ضروری ہے تاکہ انصاف مل سکے۔ اس لیے تنظیم اہلسنت والجماعت پُرزور مطالبہ کرتی ہے کہ عدالت عالیہ (سپریم اپیلیٹ) کے چیف جج غیر مقامی سپریم کورٹ کے جج کو تعین کر کے انصاف کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔چیف کورٹ کے چیف جج کسی مقامی کو بنایا گیا تو انصاف کے قتل عام کے مترادف ہوگا۔

۴۔ اہلسنت والجماعت احساس کرتی ہے کہ فریق ثانی کے عزائم مناسب نہیں ہیں،جو ہر وقت علاقے میں بدامنی پھیلانے پے تلا ہوا ہے۔ ماضی نے ثابت کیا ہے کہ وہ امن کے خواہاں نہیں ہیں۔خصوصاً دوران عشرہ محرم مضافات اور گردونواح سے جلوس کی شکل میں آنا اور جس نے ہلڑ بازی مچانا وطیرہ بنایا ہوا ہے۔اہلسنت اس اقدام کو اپنے لیے خطرہ سمجھتی ہے۔اس لئے آج کا اجلاس پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ حکومت آئندہ عاشورہ محرم کو مضافات اور گرد ونواح سے جلوس کی شکل میں آنے پر پابندی عائد کرے بصورت دیگر اہلسنت بھی کوہستان تا چترال سے عوام کو گلگت جمع کرنے اور جلسے جلوس منعقد رکھنے کا حق محفوظ رکھتے ہیں،اس صورت میں تمام تر ذمہ داری حکومت پر ہوگی۔

۵۔انتہائی بااثر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ گلگت میں حالیہ دہشتگردی کی سرپرستی ایک مخصوص طبقے کے رہنماء ایک خاص قسم کے پروگرام کے بورڈ آف ڈائریکٹر کے ذمہ دار ہونے کے طور پر کررہے ہیں۔ دہشگردوں کو فنڈنگ یہی سے کیا جاتا ہے اور اس میں ریٹائرڈ اور حاضر سروس اعلی سرکاری آفیسران شامل ہیں، اس پروگرام کی ملکیت اربوں میں ہے۔لہٰذا مطالبہ کیا جاتا ہے کہ اس حوالے سے حکومت مکمل تحقیات کر کے ایسے امن دشمنوں کو لگام دے اور قانونی وآئینی کاروائی کرے۔

۶۔ آج کا اجلاس دہشگردوں کی طرف سے رضوان شہید کے جنازے کے شرکاء پر فائرنگ کرنے کے اقدام کو ملک دشمنی سے تعبیر کرتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ جلوس اور شرکاء جنازہ پر فائرنگ کرنے والے مجرموں کو گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔

۷۔آج کا اجلاس عبدالوکیل کے شہید کئے جانے کے اقدام کے ردعمل کے طور پر احتجاجاً

دیامر میں کے کے ایچ بلاک کرنے کے عمل کو تنظیم اہلسنت والجماعت گلگت بلتستان وکوہستان جائز اور راست اقدام سمجھتی ہے اور اس عزم کا اعادہ کرتی ہے کہ حکومت نے اگر مجرموں کو گرفتار نہیں کی اور اہلسنت کو دیوار سے لگانے سے باز نہ آئی تو پورے گلگت بلتستان میں احتجاج کا سلسلہ شروع کرے گی جس کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر ہوگی۔

قرارداد نمبر (۲)

بمورخہ 10 جنوری 2012ء کو تنظیم اہلسنت والجماعت گلگت بلتستان وکوہستان کا ایک اجلاس مولانا منیر احمد مرکزی رہنماء تنظیم اہل سنّت والجماعت کی زیر صدارت مرکزی دفتر جامع مسجد گلگت میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں گلگت کے حالیہ ناگفتہ بہ حالات، مقامی حکومت کی فرقہ واریت اور علاقائیت پرمبنی اقدامات، ملک دشمن عناصر پر دست شفقت اور دہشت گردوں کو کھلی چھٹی، پولیس کا معاندانہ اور مخاصمانہ رویہ نیز مفروروں کی گرفتاری میں غفلت مجرمانہ جیسے امور زیر بحث آئے۔ اجلاس کے آخیر میں حسب ذیل قرارداد منظور کی گی۔

۱۔ گلگت بلتستان بالخصوص گلگت شہر کے پانچ کلومیٹر کی پٹی میں جاری دھشت گردی اور نام نہاد مقامی حکومت کا دھشت گردوں پر قابو پانے میں انتہائی ناکامی، اداروں میں اقربا پروری، فرقہ وارانہ اور علاقائی بنیاد پر نوازشات، ذاتی مفادات کیلئے انصاف دینے والے منصفوں کا اعلی عہدیدار کو قتل کی دھمکیاں، وزیر اعلی اور اس کے بعض وزراء کا کرپٹ عناصر کی پشت پناہی، ارکان اسمبلی کا اسمبلی کو بم سے اڑانے اور وزیر اعلی کو خطرناک نتائج سے دوچار کرنے کی تڑیاں، ایک وزیر کا وزیر اعلی کو دھمکی دے کر متنازعہ سرکاری طور پر فرق شدہ زمین پر لاش کا دفنانا، سرکاری دفتروں میں رشوت کا دور دورہ، وزیر اعلی کا اپنے من پسندوں کو نوازنا اور حقدار و مستحق افراد کو دیوار سے لگانے کو رویہ، وزیر اعلی کا غیر ضروری طور پر گلگت سے باہر رہنا، اور علاقے کے مسائل پر توجہ نہ دینا، عملی کام کرنے کے بجائے اخباری بیانات کے ذریعے واہ واہ حاصل کرنے کا محتاج ہونا، ہم مسلکوں کو نوازنے قانون کی دھجیاں اڑانے کے اقدامات نے نہ صرف ملت اسلامیہ اہلسنت بلکہ ہر مکتبہ فکر کے باشعور شہری کو موجودہ نام نہاد سلف گورننس آرڈر 2009ء سے یکسر متنفر کیا ہے۔ تنظیم اہلسنت نے ابتداء ہی سے اس خدشے کا اظہار کیا تھا جو سو فیصد درست ثابت ہوا۔ ہمارا موقف بدستور یہی ہے کہ گلگت بلتستان قانونی اور جغرافیائی طور پر ریاست کشمیر کا حصہ رہے ہیں اور یہ آج سے نہیں بلکہ چار ہزار سال قبل مسیح سے ہے۔ حکومت پاکستان نے اس خطہ کو بعد از حصول آزادی متنازع تسلیم کیا ہے، چونکہ موجودہ پیکج مکمل طور پر ناکام ہوا ہے۔ محض چند افراد مستفید ہو رہے ہیں جبکہ نوے فیصد آبادی بیزار ہے۔ اس لیے تنظیم اہلسنت مطالبہ کرتی ہے کہ حکومت پاکستان اولاً ہمیں براہ راست وفاق پاکستان کے زیر نگران بطرز فاٹا لیکر سینٹ اور قومی اسمبلی میں نمائندگی دے، اگر ایسا ممکن نہیں ہے تو پھر گلگت بلتستان کو آزاد کشمیر کے ساتھ ضم کر لیا جائے اور دونوں علاقوں کو تا استصواب رائے حق حکمرانی دی جائے۔ موجودہ پیکج آئندہ کے لیے قابل قبول نہ ہوگا۔

۲۔ ہر معاشرے کے لیے عوامی مال وجان کے لیے محافظ کے طور پر ادارے قائم ہوتے ہیں۔ ان اداروں میں سے پولیس سر فہرست ہے۔ جبکہ انصاف کی فراہمی کے لیے عدلیہ واحد ادارہ ہے جسے ہر شہری انصاف کیلئے دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ لیکن شومئ قسمت گلگت واحد خطہ ہے جہاں عدلیہ کے ایک اعلی جج نے اپنی ترقی کے لئے گورنر گلگت بلتستان اور اسکے بچوں کو قتل کرنے کی دھمکیاں دی ہیں۔ ایسے جج عدلیہ میں موجود ہوں تو عوام کو کونسا انصاف میسر

آسکتا ہے۔لہذا علاقے میں قیام امن کے لئے اور بہتر حصول انصاف کے لیے تنظیم اہلسنت والجماعت گلگت بلتستان و کوہستان مطالبہ کرتی ہے کہ موجودہ پولیس سے دہشتگردوں کو نکالا جائے۔ پولیس میں توازن قائم کیا جائے اور عدلیہ اپیلیٹ کورٹ میں چیف جج کا تقرر سپریم کورٹ کے کسی جج کو کیا جائے بصورت دیگر اہلسنت شدید مزاحمت کرے گی۔

۳۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ گلگت میں اہلسنت کے ساتھ معاندانہ رویہ جاری وساری ہے۔کوئی پرسان حال نہیں ہے۔حکومت اور انتظامیہ اہلسنت کے مسائل میں لیت ولعل سے کام لیتی ہے اور آج کا کام کل اور پرسوں پر ٹالتی ہے جبکہ فریق مخالف کے ناجائز کام فوراً حل کیے جاتے ہیں۔اہلسنت کے افراد کو گھروں سے پکڑا جاتا ہے جبکہ فریق مخالف کے اشتہاری، مفرور سرعام پھرتے ہیں پولیس پکڑنے کی جسارت اور جرأت نہیں کرتی۔بلکہ وزیر اعلی اور بعض وزراء خود ان دہشتگردوں کی سرپرستی کرتے ہیں، لہذا آج کا یہ احتجاجی مظاہرہ سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ اس طریقہ کو فوراً ختم کیا جائے اور تمام دہشگردوں اور مفروروں کو گرفتار کیا جائے۔

۴۔گلگت میں ابتداء بدامنی ماتمی جلوس کی وجہ سے ہوئی ہے اور عاشورہ محرم کے دوران خصوصاً صحابہ کرامؓ کی شان میں نازیبا الفاظ کسے جاتے ہیں۔علاقے کو یرغمال بنانے کے لیے مضافات سے لوگوں کو اکھٹا کیا جاتا ہے اور حالات کو دگرگوں کیا جاتا ہے۔ان کا یہ رویہ باعث بدامنی ہے۔لہذا آج کا اجتماع مطالبہ کرتا ہے کہ آئندہ عاشورہ کے دوران مضافات سے لوگوں کی شرکت پر پابندی عائد کی جائے۔ پہاڑوں پر چراغاں میں لکھائی نہ کرنے کا پابند بنایا جائے بصورت دیگر اہلسنت بھی عاشورہ کے دوران کوہستان تا چترال سے لوگوں کو جمع کر کے اپنی حفاظت کا خود انتظام کریں گے۔

۵۔ وزیر اعلیٰ گلگت میں قائم مقام ہونے والے میڈیکل کالج کو فرقہ وارانہ بنیاد پر گلگت شہر سے باہر لے جانا چاہتا ہے جبکہ ہمارا موقف ہے کہ ہر ایک کیلئے قابل رسائی مقام پہ ہو۔لہذا آج یہ اجتماع مطالبہ کرتا ہے کہ میڈیکل کالج مناور یا سکوار کے مقام پہ جہاں خالصہ سرکاری اراضی پڑی ہے بنائی جائے بصورت دیگر اہلسنت مزاحمت پر مجبور ہوں گے۔

٦۔آج کا اجلاس انتہائی افسوس کا اظہار کرتا ہے کہ حکومت اور انتظامیہ اہلسنت کے ساتھ ناانصافی روا رکھے ہوئے ہے۔ ۲۵ اگست دوران رمضان یادگار محلہ کے جلائے گئے گھروں اور سامان کا معاوضہ تا ہنوز دینے سے گریزاں ہے، جو ان دونوں کیلئے باعث شرم ہے۔آج کا یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ یادگار محلہ کے باسیوں کا باقی ماندہ معاوضہ فوراً ادا کیا جائے تا کہ متاثرین کی ازسرنو بحالی کو ممکن بنایا جاسکے۔

بقیہ: آپ کے مضامین: عورتوں کو پردہ کرنا چاہیئے

آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلی عورت جس کو سر کے بالوں کے ذریعے لٹکا دیا گیا تھا وہ اپنے بالوں کو نہیں چھپاتی تھی، دوسری عورت جس کے پاؤں چھاتی سے اور پیشانی سے باندھ دیے گئے تھے وہ حیض اور جنابت سے فارغ ہونے کے بعد اچھی طرح نہیں غسل کرتی تھی اور چوتھی عورت جس کا سر سور کی مانند تھا اور شکل گدھے کی مانند تھا وہ چغل خوری کرتی تھی اور پانچویں عورت جسکی شکل کتے جیسی تھی وہ حسد کرتی تھی اور احسان جتلاتی تھی (الکبائر للذہبی صفحہ نمبر ۱۷۷)۔

ہمیں مذکورہ بالا حدیث میں بیان کردہ برائیوں سے بچنا چاہیے اور پردے کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے، میری مسلمان بہنوں سے دردمندانہ اپیل ہے کہ پردے کا خصوصی اہتمام کریں اور اپنی سہیلیوں کو بھی تلقین کریں۔ بڑی بہنیں اپنی چھوٹی بہنوں کو، مائیں اپنی بیٹیوں کو اور معلمات اپنی طالبات کو پردے کے فوائد بتائیں اور وعیدیں سنائیں، بالخصوص سکول اور کالجز میں زیادہ اس چیز کا اہتمام ہونا چاہیے۔خدا سب کو راہ مستقیم دکھائے۔آمین

مسائل و فضائل

آپ کے مسائل

اور ان کا شرعی حل

مفتی عبدالباری صاحب

مفتی ونگران دارالافتاء، جامعہ نصرۃ الاسلام گلگت

مفتی عبدالباری صاحب جامعہ نصرۃ الاسلام کے قدیم استاذ ونگران دارالافتاء ہیں۔انہوں نے عالم اسلام کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی سے درس نظامی کی تکمیل کی ہے اور علامہ بنوریؒ، ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید جیسے قدسی شخصیات کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا ہے اور فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کی نگرانی میں تخصص فی الفقہ کیا ہے۔ آئندہ مفتی صاحب آپ کے مسائل اور ان کا شرعی حل کے عنوان سے مختلف دینی و فقہی سوالات کے جوابات عنایت فرمائیں گے۔ آپ بھی دینی وشرعی حوالے سے کوئی مسئلہ پوچھنا چاہتے ہیں تو سہ ماہی نصرۃ الاسلام کے صفحات حاضر ہیں۔یادرہے کہ سوالات مختصر ہوں، بے جا طوالت سے گریز ہونا چاہیے۔(مدیر)

سوال نمبر۱: محترم مفتی صاحب: آپ سے میرا سوال یہ ہے کہ نکاح کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ نکاح کب فرض ،واجب، مستحب یا حرام ہوتا ہے؟ **حبیب اللہ قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی گلگت، گلگت بلتستان**

جواب: فتاویٰ کی معروف کتاب درمختار میں مذکور ہے کہ اگر نکاح کے بغیر گناہ میں مبتلا ہونے کا یقین ہو تو نکاح فرض ہے۔اگر غالب گمان ہو تو نکاح واجب ہے، بشرطیکہ نان نفقہ اور مہر پر قادر ہو۔اگر یقین ہو کہ نکاح کے بعد عورت پر ظلم اور ناانصافی ہوگی تو نکاح حرام ہے۔ظلم اور ناانصافی کا غالب گمان ہو تو نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ معتدل حالات میں نکاح کرنا سنت نبوی ﷺ ہے، جو باعث اجر وثواب ہے۔

سوال نمبر۲: مفتی صاحب اس مسئلے کی شرعی صورت کیا ہے کہ جب ایک عورت فیملی کورٹ کے فیصلے کے بعد دوسری جگہ نکاح کرتی ہے یعنی فیملی کورٹ کی شرعی حیثیت واضح کریں؟ **عبدالرزاق، ایڈوکیٹ ہائی کورٹ کراچی**

جواب: فیملی کورٹ کا فیصلہ اگر شرعی قواعد کے مطابق ہوگا تو وہ شرعاً بھی نافذ ہوگا ورنہ کالعدم قرار دیا جائیگا اور شرعاً نکاح فسخ نہیں ہوگا۔شرعی قواعد کے مطابق صورت یہ ہے کہ عورت کی شکایت پر عدالت شوہر کو طلب کرے اور جواب طلب کرے، اگر شوہر عورت کے الزامات سے انکار کرے تو عدالت عورت سے اپنے حق میں گواہ طلب کرے اور اگر عورت گواہ پیش کرنے سے قاصر رہی تو شوہر کو حلف پیش کیا جائے، وہ حلف دیدے تو عورت کا دعویٰ

خارج کر دیا جائے گا۔اور اگر عورت گواہ پیش کرے تو عدالت شوہر کو عورت کے حقوق واجبہ کی ادائیگی پر مجبور کرے۔ اگر عدالت اس نتیجے پر پہنچے کہ ان زوجین کے مابین جوڑ پیدا ہونا ناممکن ہو تو عدالت شوہر سے طلاق دلائے۔اگر وہ طلاق دینے کے لیے تیار نہیں اور نہ حقوق واجبہ کی ادائیگی کے لیے یقین دلا سکتا ہے تو اس آخری صورت میں عدالت اس نکاح کو فسخ کر سکتی ہے۔ نیز اس فیصلے کے لیے مسلمان جج کا ہونا ضروری ہے، اگر فیصلہ کرنے والا جج مسلمان نہ ہو گا تو نکاح فسخ نہیں ہو گا۔

سوال نمبر۳: مفتی صاحب! ہمارے ہاں مغربی طرز کے ٹائلٹ اور بیت الخلاء بنائے جاتے ہیں۔ان میں کھڑا ہو کر پیشاب کیا جاتا ہے جس سے کئی تکالیف پیش آتی ہیں۔ مفتی صاحب ان کی شرعی حیثیت اور ان کے مضرات بیان فرمادیں۔محمد سلیم، پروگرام ڈیزائنر، قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی گلگت

جواب: ہمارے معاشرے میں اکثر اس نوعیت کے پیشاب خانے بنائے جاتے ہیں جن میں آدمی کو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا پڑتا ہے، یہی حال بیت الخلا کا بھی ہے، اس کی ہیئت ایسی ہوتی ہے کہ کرسی پر بیٹھنے کی طرح (کموڈ پر) بیٹھ کر قضائے حاجت کرنا ہوتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔مذکورہ بالا صورت میں پیشاب کرنا آپ ﷺ اور سلف صالحین کے طریقے کے خلاف ہے لہذا اس قسم کے پیشاب خانے اور بیت الخلاء بغیر عذر کے تعمیر کرنا مناسب نہیں ہے اور بغیر عذر کے کھڑا ہو کر پیشاب کرنا شرعا جائز نہیں ہے۔سائنسی تحقیق کے مطابق بھی یہ نقصان دہ ہے۔ نیز مسلمانوں کو مغربی تہذیب سے پرہیز کرنا لازم ہے۔

سوال نمبر۴: سوال یہ ہے نتھ اور آئیٹرنگ وغیرہ کا وضوء اور غسل میں کیا حکم ہے؟ محمد عبداللہ، ڈگری کالج گلگت جوٹیال

جواب: نتھ اور آئیٹرنگ اگر تنگ ہوں کہ پانی اس کی وجہ سے جسم تک نہ پہنچ سکتا ہو تو ان کو حرکت دینا یا نکال کر پانی پہنچانا ضروری ہوگا، ہاں اگر اتنی ڈھیلی ہو کہ اس کے بغیر بھی پانی پہنچ جاتا ہو تو نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ پانی پہنچانے کے لیے کان وغیرہ اس سوراخ میں لکڑی داخل کرنے اور تکلیف کی ضرورت نہیں ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ انگوٹھی اور آئیٹرنگ کو حرکت دینا ضروری ہے۔

اور اگر آئیٹرنگ نہ ہو اور پانی سوراخ میں گزارنے کی وجہ سے داخل ہو جائے تو کافی ہوگا ورنہ خصوصیت سے پانی اس میں داخل کرے۔البتہ پانی کے علاوہ لکڑی وغیرہ داخل کرنے کی تکلیف نہ کرے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تبصرہ وتعارفِ کتب

تبصرے......

مبصر: امیر جان حقانی

لیکچرر، فیڈرل گورنمنٹ ڈگری کالج گلگت جوٹیال واستاد جامعہ نصرۃ الاسلام گلگت

نوٹ: سہ ماہی نصرۃ الاسلام نے کتب ورسائل پر ''تبصرہ کتب وتعارف'' کے عنوان سے کتابوں اور رسائل پر تعارفی نوٹ لکھنے کا سلسلہ با قاعدہ شروع کیا ہے۔آپ بھی اپنی کتاب، میگزین پر تعارفی نوٹ لکھوا کر عوام الناس تک پیغام پہنچانے کے خواہش مند ہیں تو ایڈیٹر کے پتہ پر کتاب اور میگزین ارسال کیجیے، نیز مصنفین اور کتب خانہ والے احباب کتاب کا اشتہار بھی دے سکتے ہیں، تبصرے کے لئے کتاب/میگزین کی دو عدد کاپیاں ارسال کرنا ضروری ہے۔ **ایڈیٹر**

کتاب کا نام: شہدائے شمال

تالیف: عبدالسلام ناز

ناشر: دی نارتھ پبلی کیشنز، لنک روڈ کشروٹ گلگت

سن اشاعت: جنوری 2002ء

قیمت: 55 روپے

عبدالسلام ناز نے اپنی مذکورہ کتاب میں ارض شمال (گلگت بلتستان) سے تعلق رکھنے والے ۲۴ شہداء کا مختصر تعارف پیش کیا ہے۔ان میں اکثر وہ شہداء ہیں جنہوں نے کشمیر اور افغانستان میں داد شجاعت دی ہیں۔ان میں کم عمر بھی ہیں اور جواں سال بھی۔ناز کی کتاب کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے انتہائی عرق ریزی سے مواد جمع کیا ہے۔یہ ناز صاحب کی ابتدائی کتب میں ایک ہے۔ناز صاحب آج آٹھ کتابوں کے مؤلف بن چکے ہیں۔میری ناقص معلومات کے مطابق عبدالسلام ناز گلگت بلتستان کے سب زیادہ کتابیں تالیف کرنے والے کم عمر مؤلف ہیں۔ان کی کتاب پڑھ کر جذبہ جہاد ابھر جاتا ہے، خصوصاً نوجوانوں کے لیے یہ کتاب جہادی جذبہ پیدا کرنے کے لیے کافی حد تک مدد ومعاون ثابت ہو سکتی ہے، انہوں نے اپنی کتاب میں شہیدوں کے اوصاف خوبصورت انداز میں واضح کیا ہے۔ناز صاحب کا اسلوب ادیبانہ کے ساتھ صحفیانہ بھی ہے۔کتاب کے آغاز میں خود مؤلف کا ایک درد بھرا مقدمہ بھی مرقوم ہے جو ان کا دینی جذبہ اور اسلوب نگاری کا ٹھیک غمازی کرتا ہے۔

☆☆☆

مجلے کا نام: مجلہ صفدر، گجرات

مدیر اعلیٰ: مولانا جمیل الرحمٰن عباسی

مدیر مسئول: احسن نظامی

مدیر: حمزہ احسانی

شمارہ نمبر: 12/13 (فروری و مارچ 2012ء)
ناشر: مجلس تحفظ حدیث وفقہ بہاولپور
ترسیل ناظم: حافظ محمد طاہر، شیرنوالہ باغ، گوجرانوالہ 0306-6426001
قیمت: فی شمارہ: ۴۰۔۔زرسالانہ ۲۴۰ روپے

مجلّہ صفدر گجرات ۹۶ صفحات پر مشتمل ایک ضخیم مجلّہ ہے۔ آئینہ مضامین میں مختلف اکابر علماء کے مضامین شامل ہیں۔ ایک حصہ گوشہ خاص کا ہے جس میں مدیر اعلی سمیت دیگر دانشوروں کی علمی تحریریں شامل ہیں۔ زیر نظر مجلّے میں علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ پر کافی سارے مضامین جمع کئے گے ہیں۔

بعض مضامیں بہت ہی دلچسپ معلومات پر مبنی ہیں۔ خود مدیر اعلی کی چند یادیں۔۔۔ چند واقعات کے عنوان سے ایک طویل مضمون حضرت حیدری شہید کی یاد میں مرقوم ہے۔ مجلّے کے مجموعی مطالعہ سے حضرت حیدریؒ کے حیات جاوداں کے اکثر گوشے سامنے آجاتے ہیں۔

مجلّہ صفدر گجرات کے لوح میں لکھا ہوا ہے کہ ''اکابر علماء دیوبند بالخصوص شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے افکار ونظریات کا بے باک ترجمان'' اور بفیضان، بیاد، بِدعا اور سرپرستی میں مایہ ناز اکابر علماء ومشائخ کے اسمائے گرامی مندرج ہیں۔

....

مجلّے کا نام: ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ
رئیس التحریر: ابوعمار زاہد الراشدی
مدیر: محمد عمار خان ناصر
مجلس تحریر: پروفیسر غلام رسول عدیم، پروفیسر انعام الرحمان، پروفیسر محمد اکرم ورک، شبیر احمد میواتی
شمارہ نمبر ۲۳: جلد نمبر ۲، فروری ۲۰۱۲ء
زیر اہتمام: الشریعہ اکیڈمی
شعبہ ترسیل: حافظ محمد طاہر، شیرنوالہ باغ، گوجرانوالہ 0306-6426001
قیمت: زرسالانہ ۲۰۰ روپے

ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ ایک معروف فکری رسالہ ہے۔ اس مجلّے کی بیاد میں امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر مرحوم ومغفور اور حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ کے اسماء ہیں۔

اس کے رئیس التحریر جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب ہیں، عالمی سیاست اور تقابل ادیان پر گہری مناسبت رکھتے ہیں۔ مولانا زاہد الراشدی صاحب کے والد گرامی مولانا سرفراز خان صفدرؒ امام اہلسنت کے نام سے مانے جاتے ہیں۔ انہوں نے تمام فرقہ ضالہ کا بھرپور تعاقب، علمی و تصفیفی انداز میں کیا ہے تاہم آج علمی حلقے بالخصوص کبار

علماء ومشائخ امام اہلسنت کے پوتے محترم جناب عمار خان ناصر صاحب کے تفردات وشذرات اور افکار اہلِ حق سے بعد کی بناء پر سخت نالاں نظر آتے ہیں۔ اس میں دو رائے نہیں کہ جناب عمار خان ناصر صاحب کا ایک نرالا طرز تحریر ہے۔ وہ اپنی تحریر کو مختلف زاویوں سے پیش کرنے کو گُر خوب جانتے ہیں اور مظبوط دلائل رکھتے ہیں، انہی دلائل اور اسلوب نگارش کی وجہ سے بعض دفعہ وہ اکابر علماء کی علمی وتحقیقی تشریحات کو غلط ثابت کرنے پر کمر بستہ نظر آتے ہیں۔

حالانکہ ان کے دادا جان مرحوم کا یہ مقولہ (بہ راوی استاد محترم جناب شیخ الحدیث سلیم اللہ خان حفظ اللہ) تو زبان زد عام ہے کہ "میری اپنی تمام تحقیق اور محنت کو جب وہ اکابر کے علمی توضیحات کے برخلاف نظر آئے، پرے ہٹا دیتا ہوں اور اپنے مشائخ وبزرگوں کی باتوں کو تسلیم کرتا ہوں"۔

ہم بھی خانوادۂ صفدرؒ سے یہی امید کرتے ہیں کہ وہ کسی اور کے پیرو ومقلد بننے کے بجائے اپنے دادا جان کے مقلد بنیں۔ اور اپنی علمی کمالات اور زمانہ جدید کے ضراوریات کے عین مطابق جادوائی طرز نگارش کو اہل سنت کی دفاع میں صرف کریں۔

....

کتاب کا نام: سد سکندر فی تحقیق لفظِ سکندر

تالیف: مولانا نور اللہ نور وزیرستانی

ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

اشاعت اول: فروری ۲۰۱۲ء/صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

ضخامت: ۱۰۲ صفحات

سد سکندر فی تحقیق لفظ قلندر جامعہ حلیمیہ کے ایک طالب علم کی ادبی کاوش ہے جو لفظ قلندر پر ہے۔ بنیادی وجہ حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستیؒ پر لکھی گئی کتاب "مرد قلندر" تذکرہ وسوانح حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی بنی ہے۔ اس کتابچہ کے بغور مطالعہ سے لفظ "قلندر" کی تحقیق لغوی اور اصطلاحی سامنے آتی ہے۔ عربی، فارسی اور اردو کے بیسوی کتابوں سے لفظ قلندر کی اصل حقیقت سامنے لائی گئی ہے۔ لفظ قلندر کو سمجھانے کے لئے عربی، فارسی اور اردو کے اشعار سے بھی خوب مدد لی گئی ہے۔

لاہوری قلندر کے عنوان سے مولوی نور اللہ نور کا ایک ادبی مضمون بھی اہمیت کے حامل ہے۔ مولانا عبدالسلام کے دو مکاتیب، اور کتاب "مرد قلندر" پر پروفیسر شبیر حسین شاہ زاہد اور مولانا حافظ نثار احمد الحسینی مدظلہ کا تفصیلی مضمون طریق قلند کے عنوان سے شامل کتاب ہیں جو انتہائی وقیع اور دلچسپ ہیں۔

کتاب کا پیش لفظ مولانا عبدالقیوم حقانی نے لکھا ہے اور عرض مؤلف کے عنوان سے مولانا نور اللہ نور وزیرستانی نے اپنے تاثرات بیان کئے ہیں۔ باذوق اہل علم کے لئے یہ کتابچہ درنایاب سے کم نہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

احتجاج ایڈیٹر کے قلم سے

منہاج الدین پر قاتلانہ حملہ، ہم پزور مذمت کرتے ہیں......

11 فروری 2012ء بروز ہفتہ جے یو آئی گلگت بلتستان کے سیکریٹری اطلاعات جناب منہاج الدین پر گلگت سٹی میں خومر چوک کے قریب روپل ہوٹل کے قریب دن دیہاڑے نامعلوم دھشت گردوں نے قاتلانہ حملہ کیا اوران پر اندھا دھند گولیوں کی بوچھاڑ کردی۔ منہاج الدین پر قاتلانہ حملہ کرنے والے موٹر بائیک پر سوار تھے۔ خومر چوک میں چیکنگ پوسٹ ہے جہاں پولیس، فوج اور رینجرز والوں کی بڑی تعداد ہمیشہ چوکس رہتی ہے اور خفیہ اداروں کے کئی اہلکار بھی موجود ہوتے ہیں، ایسی حساس اور اہم جگہ سے ایک بے گناہ شہری پر گولیاں برسا کر دہشت گردوں کا فرار ہونا خالی از علت نہیں۔

انتہائی باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو یہ ایک منظم کوشش اور پلان شدہ منصوبے کی تکمیل ہے جو انسان دشمن عناصر کا وطیرہ عام ہے۔ گزشتہ ایک سال کے شہداء اور زخمیوں کی تعداد اوران پر حملہ آور عناصر جو سرراہ پھرتے ہیں کا ثاقبانہ جائزہ لیا جائے تو دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہوجائیگا۔ یہاں تو سچ بات لکھنا اور کہنا ہی قصوروار سمجھا اور گردانا جاتا ہے۔ منہاج الدین پر اس ظالمانہ انداز حملہ سے حکومت اور دیگر مقتدر طبقات اور ان کے گماشتے، عوام بالخصوص اہلسنت آبادی کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ ہم جس کو بھی چاہیں موت کے گھاٹ اتار سکتے ہیں۔

منہاج الدین ایک پرامن شہری کے طور سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں اور قیام امن کے لیے ان کی کوششیں ہمیشہ اچھی رہی ہیں۔ اس بات کا اعتراف اپنے تو اپنے غیر بھی کرتے ہیں۔ منہاج الدین ایک سیاسی ورکر ہیں اور جس پارٹی سے وہ تعلق رکھتے ہیں وہ بھی حکومت کی اتحادی ہے۔ اگر حکومت اپنے اتحادیوں کو بھی یوں نوازتی ہے تو پھر اوروں کے ساتھ ان کے ظالمانہ رویہ کا اندازہ لگانا ممکن نہیں۔ بہر صورت ادارہ "سہ ماہی نصرۃ الاسلام" کا تمام عملہ بالخصوص چیف ایڈیٹر قاضی نثار احمد، ایڈیٹر ابن شہزاد حقانی اور دیگر تمام معاونین اس ظالمانہ وقاتلانہ حملے کی شدید مذمت کرتے ہیں اور حکومت وقت سے شدید احتجاج کرتے ہیں کہ حملہ آور دہشت گردوں کو فی الفور گرفتار کیا جائے اور ان کے پس پردہ عناصر کو بے نقاب کر کے قرار واقعی سزا دے۔ سہ ماہی نصرۃ الاسلام کے مدیر اعلی اور جامعہ نصرۃ الاسلام کے رئیس نے کہا کہ منہاج الدین کا قصور صرف اتنا ہے کہ وہ ایک غیور سنی نوجوان اور ایک باکردار سیاسی ورکر ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ اہلسنت کے تمام شہدا کے قاتلوں کو گرفتار نہ کیا گیا تو اہلسنت بھی اپنے دفاع میں سخت اقدام کرنے میں مجبور ہوجائی گی۔ ہم حکومت سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ اہلسنت شہداء کو بھی پورا معاوضہ دیا جانا چاہیے اگر ایسا نہیں ہوا تو یہ پوری گلگت بلتستان کے سنی عوام سے ظلم کے مترادف ہوگا۔ حکومت وقت کو چاہیے کہ وہ سب کے ساتھ یکساں سلوک کرے۔

آپکے مضامین

مراسلہ نگار: بنت ادریس، جامعہ عائشہ صدیقیہ گلگت

مسلمان عورتوں کو پردے کا اہتمام کرنا چاہیے!

آج کے اس پرفتن دور میں اسلامی معاشرے میں فحاشی و عریانی کا سیلاب اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ بپا ہے۔ مغربی ثقافت اور تہذیب نے فیشن پرستی اور بے حیائی کو عام کر دیا ہے، تعلیمی اداروں میں پردے کو کوئی فضول چیز خیال کیا جانے لگا ہے۔ پردے کی اہمیت اور نہ کرنے والوں کے لیے وعیدیں قرآن حدیث کی روشنی میں بیان کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ قرآن مجید میں رب العزت کا فرمان ہے کہ:

”وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاہلیۃ الاولی (الاحزاب)

اپنے گھروں میں قرار پکڑو، نہ دکھلائی پھرو، جیسے کہ جاہلیت کے دور میں دکھلانے کا دستور تھا۔“

آیت مذکورہ میں عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنی چاردیواری میں رہ کر اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرو، ایک جگہ میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

”لیس للنساء نصیب فی الخروج الا مضطرۃ (طبرانی)

یعنی عورتوں کو صرف ضرورت شرعی کے وقت گھر سے نکلنے کی اجازت ہے۔

آج کل پڑھے لکھے جاہلوں نے ایک پروپیگنڈہ عام کیا ہوا ہے کہ اسلام میں پردے کا حکم تو ہے مگر چہرہ پردے میں داخل نہیں ہے، حالانکہ فتنے کا اصل مرکز تو چہرہ ہی ہے، فقہاء نے بھی اس کی صراحت کی ہے۔ انگریزی کا ایک مقولہ ہے کہ: Face is Index of Mind یعنی چہرہ دماغ کا انڈیکس ہوتا ہے، چہرہ ہی سب سے زیادہ فتنے کا سبب بنتا ہے، لہذا چہرہ کا پردہ اشد ضروری ہے۔ بے پردہ عورتوں کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان ہے کہ ”میں اور میری بیوی فاطمہؓ ایک دفعہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم نے آپ ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کیوں رو رہے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے معراج کے رات اپنی امت کی عورتوں کو دیکھا، ان کو مختلف طریقوں سے عذاب دیا جا رہا تھا، آج مجھے وہ منظر یاد آ گیا تو شفقت اور رحمت کی وجہ سے مجھے رونا آ گیا۔ میں نے پہلی عورت کو دیکھا جس کو سر کے بالوں کے ساتھ الٹا لٹکایا گیا ہے اور اسکا دماغ ابل رہا ہے۔

دوسری عورت کو دیکھا اس کو زبان کے ذریعے لٹکایا گیا اور گرم پانی اس کے حلق میں انڈیلا جا رہا ہے اور تیسری عورت کو دیکھا اس کے دونوں پاؤں اس کی چھاتیوں کے ساتھ اور دونوں ہاتھ اسکی پیشانی کے ساتھ باندھ دیے گئے ہیں۔

میں نے پانچویں عورت کو دیکھا اس کا سر سور کی مانند ہے باقی جسم گدھے کا جیسا ہے، میں نے چھٹی عورت کو دیکھا، اسکی شکل کتے جیسی ہے۔ آگ اس کے منہ میں داخل ہوتی ہے اور پاخانے کے راستے میں باہر نکلتی ہے اور فرشتے آگ کے گرزوں سے اس کے سر پر چوٹ لگا رہے ہیں۔ یہ سن کر حضرت فاطمہؓ کھڑی ہو گئی اور عرض کیا اے میرے پیارے ابا جان! ان عورتوں نے کیا گناہ کئے تھے جس کی وجہ سے ان کو اتنی سزا دی جا رہی ہے؟ (بقیہ صفحہ ۵۷ پر)

نامے میرے نام

قارئین کے خطوط

سہ ماہی نصرۃ الاسلام اپنے محترم قارئین کی آرااور تجاویز کوانتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔آپ کے رشحات قلم کودل سے خوش آمدید کہتا ہے۔قلم اٹھایئے اوراپنے خیالات ہم سے شیئر کیجئے اور جو کہنا ہے بہا نگ دہل کہیں،انشاءاللہ ہم آپکی آوز موثر انداز میں ارباب حل وعقد اور صاحبان فکرودانش تک پہنچائیں گے۔ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم ومکرم جناب ابن شہزاد حقانی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

سہ ماہی نصرۃ الاسلام کا پہلا شمارہ موصول ہوا۔تحقیقی اور مفید مضامین کا مجموعہ پایا۔ایک ایسے دور میں جہاں امت مسلمہ کے خلاف عالم کفر کی ریشہ دوانیاں اور گٹھ جوڑ عروج پر ہے،مختلف محاذوں پر کفار عالم اسلام کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ثقافتی یلغار کی صورت میں حیاء کا جنازہ نکل چکا ہے۔فحاشی وعریانی کا عظیم سیلاب مسلمانون کے دروازے پر اُمڈ آیا ہے۔میڈیاوار کے ذریعے اسلام کو بدنام اور سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ دکھایا جارہا ہے۔ایسے میں مسلمانوں کے عوام وخواص پر اپنی دین کی حفاظت اور کفر کو جواب دینے کے لیے اتنی ہی بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتیں ہیں۔اسی موقع پر علماء کی خدمات تبلیغی،سیاسی اور صحافتی میدانوں میں بڑھ چکی ہیں،سہ ماہی نصرۃ الاسلام کا اجراء بھی انہی کوششوں کا ایک حصہ ہے جو قابل صد تحسین اور اسلامی صحافت میں ایک خوش نما اضافہ ہے۔

اللہ تعالیٰ رسالے کو حقیقی معنوں میں اسلام کی نصرت اور حفاظت کا ذریعہ بنائیں،اوراس کی پوری ٹیم کو اپنے نیک مقاصد میں سرفراز فرمائے۔

والسلام (حضرت مولانا) مغفواللہ (حفظ اللہ)

(شیخ الحدیث) خادم الحدیث جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ

....

محترم ومکرم جناب ابن شہزاد حقانی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید ہے کہ مزاج بخیرت ہونگے۔آپ کا مفصل مکتوب گرامی موصول ہوا،اور سہ ماہی نصرۃ الاسلام'' بھی موصول ہوا۔تبادلہ میں ماہنامہ القاسم جاری کردیا گیا ہے۔

آپ نے نصرۃ الاسلام کیلئے مضامین کی فرمائش کی ہے تو اس سلسلے میں انشاءاللہ کوشش کی جائی گی،تاہم آپ میرے مضامین ماہنامہ القاسم سے اقتباسا اپنے مجلّے میں شائع کرسکتے ہیں۔اور بھی کچھ نہ کچھ وقت ملا تو کوئی خصوصی مضمون ارسال کرونگا،اسباق ہیں اور مدرسے کے امور بھی ہیں،اس لئے وقت نکالنا مشکل ہوتا ہے۔آپ دعا کریں اللہ کریم اپنے دین کا کام ہم سے احسن طریقے سے لے۔آمین

نصرۃ الاسلام کے حوالے سے القاسم میں تبصرہ شائع ہو رہا ہے وہی میری رائے ہے۔

والسلام

(مولانا) عبدالقیوم حقانی

(سرپرست اعلی ماہنامہ القاسم و رئیس جامعہ ابوھریرۃ و القاسم اکیڈمی نوشہرہ کے پی کے)

12/02/12

....

مکرمی و محترمی جناب مولانا قاری ابن شہزاد حقانی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا ارسال کردہ "سہ ماہی نصرۃ الاسلام" موصول ہوا۔ الحمدللہ ایک دلی تمنا پوری ہوئی اس لیے دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ رسالہ معیاری علمی، دینی و دعوتی و اصلاحی ترجمان ہے۔ اصلاح معاشرہ کا علمبردار ہے۔ مدارس عربیہ میں ایک متوازن اور انقلابی نظام تعلیم کا داعی، دعوت دین کے تقاضوں سے ہم آہنگ اور ادب اسلامی کا نقیب ہے۔

میری دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالی دعوت و اصلاح، تعلیم و تربیت اور علم و ادب کی اس آواز کو گھر گھر پہنچا دے۔ اس مجلّے کے ذریعے قلوب کو مجلیٰ و مصفیٰ اور مزکیٰ بنادے، رسالہ نصرۃ الاسلام کو اسم بامسمیٰ کر کے " ان تنصرالله ينصركم " کا مصداق بنادے اور تمام شرور ظاہریہ و باطنیہ سے حفاظت فرمادیں۔ آمین

جامعہ کے تمام اساتذہ کرام خصوصاً محترم قاری خلیل الرحمٰن صاحب اور قاضی نثار احمد صاحب حفظ اللہ کو سلام عرض کریں۔ آئندہ میں بھی اصلاح نفس اور علم قرآن اور علم تجوید کے حوالے سے اپنی گزارشات ارسال کرونگا انشاء اللہ

والسلام مع الاکرم

قاری اشرف، مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن گوہر آباد، ضلع دیامر چلاس

....

محترم جناب ابن شہزاد حقانی صاحب.....السلام علیکم!

حضرت! امید ہے مزاج بخیر ہونگے۔ گزشتہ دنوں آپکا رسالہ "سہ ماہی نصرۃ الاسلام" ملا، جو کہ حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب کے نام تھا۔ ایک عدد خط بھی بنام چیف ایڈیٹر کے مشمول تھا۔ تبادلہ و تبصرہ کے لیے آپکی خدمت میں "ماہنامہ الشریعہ گجرانوالہ" اور "ماہنامہ صفدر، گجرات" کے دو، دو شمارے بھیج رہا ہوں۔

امید ہے آپ اپنے رسالے میں تبصرہ فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں گے۔ حضرت تبصرہ کے اینڈ پر ملنے کا پتہ اس طرح تحریر فرمادیں، مجلوں کی سرکولیشن کی ذمہ داری ہماری ہے۔ پتہ: مکتبہ امام اہلسنت، شیرنوالہ باغ گوجرانوالہ باغ گوجرنوالہ۔ جزاک اللہ واحسن الجزاء

منجانب: حافظ محمد طاہر، ناظم ترسیل ماہنامہ الشریعہ و مجلّہ صفدر

(بقیہ صفحہ ۳۳)

جامعہ اسلامیہ نصرت الاسلام و جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات کا گلگت

19 مئی 2012 بروز ہفتہ 9 بجے صبح

اختتام صحیح بخاری شریف

بتقریب سعید

حفاظ و فضلاء کی دستار بندی اور فاضلات وطالبات کی چادر بندی ہوگی

درس حدیث

استاذ العلماء شیخ الحدیث ڈاکٹر

حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

بمقام

قاضی عبدالرزاق صاحب

مولانا نذیر اللہ خان صاحب

مولانا گل شیر خان صاحب

حضرت مولانا ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب

اسلام آباد

سرمایہ اہلسنت حضرت مولانا قاضی نثار احمد صاحب

امیر تنظیم اہلسنت گلگت بلتستان و کوہستان

گلگت بلتستان کے نامور اور جید علماء کرام خطاب فرمائیں گے

منجانب شعبہ نشرو اشاعت جامعہ اسلامیہ نصرت الاسلام گلگت بلتستان

0300-3955122
0321-9986093

صدیقی دار الکتابت قطب الدین ایبک روڈ نیو انارکلی لاہور
0323 • 0333-4396620, 042-37241617